ریشی مول رحمۃ اللہ علیہ

پیش لفظ

۳۰ سال پہلے اوقاف اسلامیہ کی ایک میٹنگ کے دوران راقم کو یہ خیال آیا کہ حضرت ریشیؒ صاحب کے نام سے ایک رسالہ جاری کیا جائے ان دنوں اوقاف کے چیرمین اصغر حسن سامون تھے انہوں نے میری تجویز کے ساتھ نہ صرف اتفاق کیا بلکہ خوشی کا اظہار کیا اتنے بڑے ولی کے نام سے اگر ایک رسالہ جاری کیا تھا اس سے ولی کاملؒ کی زندگی کے مختلف گوشوں کی جانکاری کے ساتھ ساتھ یہ معلوم ہوگا کہ اس سرزمین پر دین کی خدمت کیلئے حضرت ریشیؒ صاحب نے کیا کیا کام انجام دیئے ہیں، چنانچہ میں نے اس میگزین کی تیاری کی ذمہ داری قبول کی اور حنفیہ سکول کے بچوں نے بھی اس میگزین میں اپنی تخلیقات کی شمولیت کا شوق ظاہر کیا لیکن کسی بھی بچے نے ریشیؒ صاحب سے متعلق کوئی ایسا مضمون نہیں لکھا جس کو لائق شمولیت سمجھا جاتا نا ہی سکول کے اساتذہ نے ایسی کسی تکلیف کو گوارا کیا۔ چونکہ اس معروف ولی کاملؒ کے بارے میں تواریخ نے بھی زیادہ کچھ نہیں لکھا اور بزرگوں یا علماء کرام کے پاس بھی کوئی مستند و دستاویز موجود نہیں جس کو شامل حال کیا جاتا راقم ریشی صاحبؒ کی زندگی کے متعلق مواد اور حقائق کی تلاش میں رہا اس سلسلے میں قصبے کے سر کردہ تاجر جناب خواجہ غلام حسن حافظ نے رہنمائی کی اور کچھ مواد بھی جو ان کے پاس موجود تھا فراہم کرنے میں خوشی محسوس کی چنانچہ اسی مواد کی بنیاد پر میری تلاش جاری رہی اور اسی تلاش کے دوران میرے ایک کرم فرما دانتر کے رہبر غفار نے ایک مقالہ لکھ کر بھیجا اسکو بعض مورخین کی تصدیق و تفتیش کے بعد یہاں میگزین میں شامل کیا جارہا ہے اس طرح دامجن کے مسٹر شمیم نے بھی ہماری خواہش پر ایک مضمون لکھ کر بھجوادیا اور اس مضمون کو دوسرے مضامین کے ساتھ شامل کیا گیا اور ان کے لکھے ہوئے مضمون کے بعض واقعات کو بھی جمع کر کے یہ کوشش کی گئی ریشی صاحبؒ کی زندگی سے متعلق کماحقہ مواد ان کے چاہنے والوں تک پہنچایا جائے حالانکہ ''ریشی مولؒ'' میگزین کے اجراء کی خبر کا علم دوست حضرات نے خیر مقدم تو کیا نہ قلمی تعاون دیا اور نا ہی مالی معاونت کیلئے آگے آئے۔

ریشی صاحبؒ کے کمالات و کرامات کا ایک طویل سلسلہ ہے ہم نے یہ حقیر کوشش کی ہے اور اس میگزین کے منظر عام پر آنے کے بعد مجھے توقع ہے کہ جو لوگ اس ولی کامل کے بارے میں آج تک خاموش رہے ہیں لیکن اس نام کا استعمال و استحصال کر کے اپنی دکانداری کا سلسلہ جاری رکھا۔ ۳۰ سال پہلے ایک درویش خدا مست قلندر قادر صاحب کاؤسہؒ نے مجھے کہا تھا کہ میں اس ولی کاملؒ کے آنگن میں سے گذرنے کی ہمت نہیں کر سکتا کیونکہ یہ بڑا با کمال ولی ہے اور قادر جیسا بے کمال شخص گستاخی کا مرتکب کیوں ہو سکتا۔ ریشیؒ صاحب کے نام پر یہاں اوقاف کا ایک قدیم انتظامیہ کھڑا ہے اس کی تشکیل و تربیت کے سلسلے میں مرحوم خواجہ شمس الدین نے جو کام کیا ہے وہ نا قابل فراموش ہے۔ اللہ تعالیٰ خواجہ شمس الدین صاحب مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے جس کی خدمات جلیلہ کے نتیجے میں یہاں کا اوقاف دوسرے دیگر اوقافوں کے ہم پلہ بن گیا ہے۔ ریشی صاحبؒ کے نام پر جو حنفیہ اسکول چل رہا ہے اس سکول کا ایک شاندار ماضی رہا ہے اور اسی مدرسہ کی بدولت بہت سے لوگ بڑے بڑے مقامات کے مالک ہیں ریشی مول کی طباعت کی بات میں نے اپنے کئی کرم فرمائیوں کے پاس کی لیکن بہت کم لوگ دست تعاون بڑھانے میں پیش پیش رہے ان میں خاص طور پر اننت ناگ کے سابقہ ڈی ایف او جناب محمد اشرف بیگ اور برنٹی بٹہ پورہ کے حاجی محمد افضل پیش پیش رہے کئی دوسرے دوستوں نے بھی ریشی مولؒ کی چھپائی اور دیگر ضروریات پوری کرنے کیلئے وعدے تو کئے لیکن سامنے نہیں آئے اگرچہ کچھ دوستوں نے معمولی معمولی اعانت کر کے یہ کہا کہ ان کا نام ظاہر نہ کیا جائے میں ان سب کا شکر گزار ہوں اور میں اپنی اس حقیر کوشش کی قبولیت کے لئے اللہ کے دربار میں دست بدعا ہوں اور چاہتا ہوں کہ میگزین کا مطالعہ کرنے والے حضرات میری کوتاہیوں کی نشاندہی کرینگے اگر کچھ اچھا ہے تو حوصلہ افزائی کرنے میں بخیلی کا مظاہرہ نہیں کرینگے۔

ریشی مولؒ کے منظر عام پر آنے کے بعد دیکھا جا سکتا ہے کہ موصوف ولی کاملؒ کے تئیں کتنے لوگ اور کس قدر اپنی عقیدت کا مظاہرہ کرینگے۔

خاکسار

قاسم سجاد

یوں تو ہر دور میں ہر بادشاہت میں ہر زمانے میں کہیں نہ کہیں تاریخ ساز لوگ پیدا ہو ہی جاتے ہیں جو ایک تو خود کی تاریخ لکھ دیتے ہیں اور دوسرا یہ ہے کہ اس زمانے کی قابل ستایش اور قبل دید ہستیوں کی بھی تاریخ لکھ دیتے ہیں مگر بد قسمتی یہ ہے کہ جس زمانے میں ہمارے ریشی صاحبؒ نے جنم لیا اس زمانے میں تاریخ دان تو موجود تھے مگر جس گھر میں اور جس گھرانے میں اور جس ماحول میں ریشی صاحبؒ نے پرورش پائی اس گھر میں اور اس خاندان میں پڑھے لکھے ہی نہیں تھے۔ اسی لئے ریشی بادشاہؒ کے ابتدائی ایام کی زندگی کے بارے میں مکمل تاریخ تو کہیں ملتی ہی نہیں اب چونکہ ریشی بادشاہؒ نے دانتر گاؤں کے ابتدائی ایام کی زندگی کے بارے میں جانکاری بالکل اسی کھار قوم کے ذی شعور، زی علم اور باوقار شخصیتوں کی شہادتوں پر دستیاب ہے مثال کے طور پر میں نے بذات خود جو کچھ بھی ریشی بادشاہؒ کے بارے میں سنا ہے وہ میں نے اپنے مرحوم باپ حاجی عمہ جو آہنگر المعروف ''وستہ عمہ'' کی شہادت سے حاصل کیا۔ وستہ عمہ نے اپنے باپ جمال کھار سے سنا۔ جمال کھار نے اپنے باپ رحمان کھار سے سنا۔ رحمان کھار نے اپنے باپ اسماعیل کھار سے سنا، اسماعیل کھار نے اپنے باپ قدہ کھار سے سنا۔ قدہ کھار نے اپنے باپ نیمن کھار سے سنا اس طرح یہ سلسلہ دانتر گاؤں کے کھار خاندان کے ابتدائی بزرگ ریشی کھار تک پہنچتا ہے

دانتر گاؤں میں ریشی کھار نامی کے پاس صرف ایک لڑکا تھا اس کا نام نیمن کھار تھا نیمن کھار کافی ہونہار تھا محنتی تھا اور ہنر مند بھی تھا۔ تلوار اور کٹار بنانے کے علاوہ وہ جنگی سامان بنانے کا بھی ماہر تھا یہ اپنے ہنر میں نئے نئے کارنامے انجام دیتا رہا۔ اپنے کسب حلال میں محو ہو کر اس سے اپنی زندگی کا اور اپنے آپ کا ذرا بھر بھی خیال نہ رہا۔ اپنے باپ نے نیمن کھار سے بہت دفعہ شادی کی بات کہی۔

لیکن بیٹا ہر بار اپنے ہنر میں مست ہو کر شادی کی بات کو ٹال دیتا تھا۔ نیمن کھار اکثر و بیشتر اپنے گاؤں دانتر سے دور ایک گاؤں میں کوئلہ جلانے کیلئے جاتا تھا۔ جنگل زیادہ دور بھی نہیں تھا اس لئے یہ لوہار صبح نکلتا اور شام تک واپس آتا تھا۔ دریائے آرپت کے اس پار پہاڑی دامن میں بھی جو علاقہ تھا سارا کا سارا جنگل تھا یوں سمجھ لو کہ قصبہ اسلام آباد ہی ایک جنگل تھا وہی جا کر نیمن کھار لکڑیاں جلا کر کوئلہ جمع کرتا تھا اور گھر لے آتا تھا ایک دن کیا ہوا کہ نیمن کھار کو کوئلہ جلا جلا کر اس سنسان جنگل میں ایک سریلی آواز سنائی دی۔ نیمن کھار یہ سمجھ کر توجہ نہ دی کہ جنگل میں ایسا ہوتا رہتا ہے گھر آ کر نیمن کھار نے اپنے آپ کو یہ قصہ سنایا اس نے بھی ایسا ہی کہا کہ جنگلوں میں ایسی آوازیں ہوتی رہتی ہیں تو گھبرانا نہیں چند کلمات پڑھ لیا کرو اور اپنے کام سے کام رکھو تمہارا کچھ نہ بگڑے گا دوسرے دن جب نیمن کھار کوئلہ بنانے جنگل کی طرف نکلا تو اس نے لکڑیاں جمع کر دی اور ان کو جلا دیا لکڑی جلنے کی آواز سے آج یہ سریلی آواز پھر ملی گئی۔

نیمن کھار نے کلمات پڑھے اور اس کی طرف دھیان نہ دیا مگر یہ سریلی آواز اور بھی بڑھ گئی آواز اتنی میٹھی تھی کہ نیمن کھار کو لکڑی کے جلتی اور آنچ سے جو جلن اس کے جسم میں لگی تھی وہ محسوس ہی نہیں ہو رہی تھی۔ اس کی حیرانگی کی حد نہ رہی جب اس نے اسی جلتی آگ کے سامنے ایک خوبصورت لڑکی دیکھی اس کے جلتے بدن میں ٹھنڈک پیدا ہوگئی وہ یہ بھی بھول گیا کہ جلتی آگ کے سامنے وہ کھڑا ہے وہ سدھ بدھ ہو کے رہ گیا گھبراہٹ کے عالم میں وہ آج گھر کوئلہ لانا ہی بھول گیا۔ کوئلہ جل جل کر راکھ ہو گیا جب وہ گھبراہٹ کے عالم میں خالی ہاتھ گھر لوٹ آیا تو اس کا باپ سمجھ گیا۔ کچھ نہ کچھ تو ضرور ہے نیمن کھار نے بھی اپنے باپ کو سارا قصہ سنایا اس کا باپ سمجھ گیا کہ قصہ کچھ اور ہی ہے پھر بیٹے سے کہا کہ جب وہ عورت دوسری بار جنگل میں ملے گی تو اسے گھر آنے کی دعوت دینا۔

دوسرے دن جب نیمن کھار لکڑی جلانے اور کوئلہ لانے جنگل کی طرف نکلا تو جنگل پہنچ کر اس کی حیرانگی کی حد نہ رہی جب اس نے دیکھا کہ وہ عورت کوئلہ سنبھال رہی تھی اور کوئلہ بنا کے رکھی تھی بوری میں ڈالی۔ نیمن کھار اسے دیکھتا ہی رہا۔ نیمن کھار نے بوری اٹھائی اور وہ عورت بھی اس کے پیچھے یہ کہہ کر آئی کہ چلو مجھے تو تیرے گھر سے دعوت آئی ہے۔ گھر لا کر جب اس کے باپ نے اس نورانی صورت اور سیرت عورت کو دیکھا تو دیکھتے ہی اس کا نام نور رکھا۔ پھر نیمن کھار سے نور کا نکاح ہوا۔ وہ دونوں بڑے مزے میں اپنی زندگی گذارتے رہے اور اپنے باپ کی بے حد خدمت بھی کرتے رہے اور اپنے کسب حلال میں دل و جان سے محنت کرتے رہے۔

وقت گذرتا گیا ان دونوں میاں بیوی کی زندگی میں بہار آنے سے پہلے پت جھڑ کا رنگ چھا گیا۔ کیوں کہ کامیاب ازدواجی زندگی کے باوجود بھی ان ہاں کوئی اولاد پیدا نہیں ہوئی۔ وہ جمیل نور جو بھی اپنی خوبصورتی اور حسن و جمال سے جلتی آگ میں بھی ٹھنڈک پیدا کرتی تھی اب دھیرے دھیرے مدہم پڑ گئی اولاد کی کمی نے اس کو خوشحالی سے بے حال کر دیا۔ نور بگڑتی رہی اور نیمن کھار بھی پریشان ہونے لگا۔ باپ نے نیمن کھار سے بچہ گود لینے کو بار بار کہا تھا مگر وہ نہ مانا یہ کہہ کر کہ خدا دے تو دے نہ دے تو نا صحیح۔ ایک دن کیا ہوا کہ نیمن کھار پھر ایک جنگل میں کوئلہ بنانے گیا لکڑی جلاتے جلاتے اس کو ایک معصوم بچے کی رونے کی آواز آئی اس نے فوراً کوئلہ اور لکڑی کو یکطرف چھوڑ کر بچے کی طرف دھیان دیا۔ فوراً معصوم بچے کو گود میں اٹھا کر گھر لے آیا۔ اس کی بیوی نے یہ معصوم بچہ دیکھا تو خوشی سے پھولی نہ سمائی فوراً اس بچے کو گود میں لیا وہ روتا رہا نور کے اندر چھپی ہوئی ممتا جاگ اٹھی اس نے اس کے کھوکھلے پیڑ جیسے جسم میں ہریالی پیدا ہوگئی اس کی جلی کوکھ کے اندر ٹھنڈک پیدا ہوگئی خدا کا کرنا تھا کہ اسی وقت نور کے سینے میں شیر مادر بن کر دودھ کے فوارے پھوٹنے لگے نور نے بچے کو دودھ پلایا۔ بچہ خاموش رہا جب اس بچے کو اپنے داداجی نے دیکھا تو بچے کو چوم کر کہا کہ ریش کھار کا باپ پھر میرے گھر میں آ گیا اس بچے کا نام انہوں نے ''ہردی'' رکھا اور یہی بچہ بعد میں ریشی بادشاہؒ بن گیا یہ لگ بھگ سولہویں صدی کا آغاز تھا اور اندازاً ۱۵۰۳ء کے قریب کا زمانہ تھا۔

ریشی بادشاہؒ جس پنڈ پر رہتے تھے وہاں لوہار کاریگر کے علاوہ ترکھان بھی رہا کرتے تھے اسلئے ریشی بادشاہؒ اکثر و بیشتر ترکھان بچوں کیساتھ کھیلتے تھے اور ان کا زیادہ تر اٹھنا بیٹھنا ان ہی کیساتھ ہوا کرتا تھا ایسے میں ریشی بادشاہؒ اپنے آہنگری کسب کے علاوہ ترکھان کی ہنرمندی بھی سیکھ لی دوسرے ہمسایہ پنڈ پر زمیندار لوگ رہا کرتے تھے جو سب کے سب میری قوم سے نسبت رکھتے تھے اسلئے دانتر گاؤں کو میر دانتر بھی کہا جاتا ہے خود ریشی بادشاہؒ کے والد بزرگوار نیمن کھار بھی زمینداری کرتا تھا اور اس کام میں ریشی بادشاہؒ اپنے باپ کے ہمراہ کھیتی باڑی کیا کرتے تھے لہذ ترکھان بچوں کے علاوہ ریشی بادشاہؒ کی طفلانہ وابستگی زمیندار بچوں کے ہمراہ بھی تھی۔

''ریشی بادشاہؒ'' بچپن ہی سے شریف النفس تھے وہ بچپن ہی سے جہاں زیادہ محنت اور لگن سے کام کیا کرتے تھے وہاں وہ بولتے بہت کم تھے اسلئے وہ ترکھان یا زمیندار بچوں سے بے حد الگ تھے وہ ان تمام بچوں سے ہٹ کر بے حد حسین و جمیل بھی تھے اس کے نورانی

ریش کھار
نیمن کھار
ہردی ریشی بادشاہؒ
قدہ کھار
نامعلوم لاولد
اسماعیل کھار
رحمان کھار
ریش کھار
ممہ کھار
عمہ کھار
رُسل کھار
بہن
غلام رسول بجبہاڑہ
غلام محی الدین
غلام بنی
غلام محمد
عبدالعزیز
حبیب اللہ
عبدالرحمان کھار
نور محمد
گل محمد
رہبر کھار
بشہ کھار

دہانے ایک جگہ ''کرالہ ڈینج'' پر مچھلیاں پکڑنے گیا تمام بچوں نے اپنے اپنے کپڑے نکالے لگر ہردیؒ شرم وحیا کے مجسمہ تھے اسلیئے وہ ننگا نہیں ہونا چاہتے تھے ایسے میں بچوں نے اس کو مچھلیاں جمع کرنے کیلئے کنارے پر ہی رکھا بچے مچھلیاں پکڑ کر کنارے پر پھینکتے رہے مگر ہردیؒ ان مچھلیوں کا ایک پر کاٹ کر واپس دریا میں ڈالتے رہے جب تھک کر بچے دریا سے نکل آئے اور کپڑے پہن کر ہردیؒ سے مچھلیاں مانگنے لگے تو ہردیؒ نے کہا وہ تمام کے تمام دریا میں واپس ڈال دیئے۔

اتنا سن کر بچے آگ بگولہ ہوگئے اور ہردیؒ سے کہا کہ تو نے یہ کیا کیا ہماری محنت ضایع کردی وہ ہردیؒ کی پٹائی کرنا چاہتے تھے۔ تو ہردیؒ نے یہ کہہ کر روک دیا کہ تم لوگوں کی محنت ضایع نہیں ہوگی کیوں کہ میں خود محنت کش ہوں اور محنت کا کھاتا ہوں لہذا تم لوگوں کی محنت برابر برقرار ہے۔ ہردیؒ نے فوراً دریا کو حکم دیا کہ اے دریا چل میری امانت واپس کر اتنا سن کر دریا سے نہ صرف پرکٹی مچھلیاں بلکہ تمام کی تمام مچھلیاں کنارے پر آگئی بچے فوراً مچھلیاں پکڑنے لگے مگر ہردیؒ بابا نے انہیں روک کر کہا محنت کی کمائی چاہتے ہو تو صرف اپنی مچھلیاں پکڑ لو ان کا پر کٹا ہوا ہے باقی بغیر محنت کی ہیں انہیں مت کھاؤ بغیر محنت کی چیز حرام ہوتی ہے پھر باقی مچھلیاں خود بخود پانی میں واپس گر گئی۔ پر کٹی مچھلیاں بچوں نے لی۔ مگر ان میں سے اکثر بچے ہردیؒ بابا کی محنت کش کرامات سے مرغوب ہوئے انہوں نے مچھلیاں وہی چھوڑ دی اور ہردیؒ بابا کی اس خداداد قابلیت کے قائل ہوگئے اور وہ وہی سے ریشی بادشاہؒ کے مرید ہوگئے۔ گھر آکر ان بچوں نے یہ سارا گھر والوں کو سنایا یہاں ہردیؒ بابا کی کرامات کا راز فاش ہوگیا تمام لوگ جان گئے کہ ہردیؒ بابا کو کوئی معمولی بچہ نہیں ہے۔ وہ تمام لوگ دوڑ کر دریائے آرپت کے دہانے ''کرالہ ڈینج'' پر وہ مچھلیاں دیکھنے گئے مگر خدا کا کرنا تھا کہ اتنی ہی مدت میں دریائے دہانے کا نقشہ ہی بدل گیا تھا دریا بہت کشادہ اور گہرا ہوگیا تھا مگر کسی نے بھی نہ ہی مچھلی پکڑی اور نہ ہی مچھلی پا سکا۔ مگر اس کرامات کے فاش ہونے سے ہردیؒ کے دادا ریش کھار کو نہایت غمزدہ کر دیا۔ اس نے اپنے بیٹے نیمن کھار سے اپنی پہلی کرامات ''ذی دید'' کے واقعے کا ذکر بھی کیا اور اس سے کہا کہ اب ریش کھار سے اپنی پہلی کرامات ذی دید کے واقعے کا ذکر بھی کیا اور اس سے کہا کہ اب ریش سندمول یعنی ''ریشی بادشاہ'' ہم سے بچھڑ جائے گا۔ ریشی کھار اسی غم میں دن بہ دن کمزور ہوتا گیا اور اسی عالم میں اسی دنیائے فانی سے رحلت کر گئے۔ دادا جی کے موت پر ہونے

سے ہردیؒ کو نہایت دکھ ہوا اور اس سے یہ احساس ہوگیا کہ میری ہی کرامات اسکی موت کی وجہ بنی۔ وقت گذرتا گیا۔ ریشی بادشاہؒ کے کرامات دور دور تک پھلتے رہے۔

یہ بات لگ بھگ ۱۵۳۰ء یا اسکے آس پاس کے زمانے کی ہے کہ اس وقت کشمیر کے سب سے بڑے عارف سلطان العارفین حضرت محبوبُ العالمؒ سرینگر میں جلوہ افروز تھے اور ہمارے بزرگوں کے کہنے کے مطابق ایک دن کیا ہوا کہ حضرت محبوب العالمؒ اسلام آباد میں ''ہتھ ہووڈ'' نامی جگہ پر ایک ایسے آدمی کی تلاش میں آئے جس انسان کی شکل وصورت اور سیرت نور بن کر محبوب العالمؒ کو خواب میں ظاہر ہوئی تھی انہوں نے حال پیش کیا تو کھنہ بل کے قریب آکر

چہرے پر نور الہی ٹپک رہا تھا۔

دانتر گاؤں کے زمینداروں میں ایک میر گھرانہ ایسا بھی تھا جو ''حدائر'' کہلاتے تھے ان میں ایک بزرگ ''ذی دید'' کے نام سے جانی جاتی تھی ''ذی دید'' خود ایک اکیلی اس غرض سے مویشی پالتی تھی کہ وہ اوروں کے دودھ دے دے کر کچھ ان کی خدمت کیا کرتی تھی اس بزرگ خاتون کو اس خدمت خلق میں کافی سکون مل رہا تھا ''ذی دید'' اکثر چھوٹے بچوں کو بلا کر گائے دوہتے وقت گائے کا بچھڑا پکڑواتی تھی ایک دن کیا ہوا کہ کوئی بچہ مدد کرنے کو نہ ملا۔ ''ذی دید'' پریشان ہوئی اب اور لوگوں کو کیا وہاں سے ''ہردیؒ'' نکلا۔ ''ذی دید'' نے اسے پکار کر کہا بیٹا ذرا میری گائے دوہنے میں میری مدد کرو۔ ہردی باباؒ نے گائے کی رسی پکڑ کر بچھڑے کو بھی پکڑ لیا اور ''ذی دید'' گائے دوہتی رہی اس کا دودھ کا گڑھا بھر گیا۔ پھر دودھ دوسرے برتن میں ڈالا گائے پر پھر بھی دودھ دیتی رہی۔ وہ حیران رہ گئی یا خدا یہ کیا ماجرا ہے یہ کیا کرامات ہے اچانک ''ذی دید'' کی نیک سیرت نگاہیں ''ہردی باباؒ'' کے نورانی چہرے پر پڑی تو نور سے نور مل گیا ''ذی دید'' سمجھ گئی کہ یہ بچہ کوئی معمولی بچہ نہیں ہے یہ ایک سر یزدانی ہے وہ فوراً اس بچے کو پکڑ کر اپنے باب نیمن کھار کے پاس لے گئی وہاں اس وقت ہردیؒ کا دادا ریشی کھار موجود تھا ریشی کھار عمر رسیدہ ہونے کے ساتھ ساتھ بزرگ بھی تھا تو ''ذی دید'' نے اس سے کہا کہ بچہ سرِ الہی ہے اس طرح یہ کرامات فاش نہ ہوئی

ریشی کھار چوں کہ زیادہ گوشت خور تھا مگر اس کے برعکس ریشی بادشاہؒ نہایت کم گوشت کھاتے کھاتے اس کے دادا ریشی کھار نے ریشی بادشاہؒ کو گوشت کھانے کیلئے کہا مگر ریشی کھار نے ریشی بادشاہؒ نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ دادا جی میں گوشت کیا کھاؤں میں تو خود گوشت کا بنا ہوا ہوں کیا کوئی خود کو کھاتا ہے اگر خود کو میں کھاؤں تو میرا وجود کہاں رہے گا چھوٹے منہ سے اتنی بڑی بات سنکر ریشی کھار نہایت متاثر ہوئے۔ اور پھر کبھی بھی ہردیؒ بابا کو گوشت کھانے کی ضد نہ کی کچھ وقت کے بعد جب ریشی کھار نہایت ہی بیمار ہوا تو

اتفاق سے ایک دن کشمیر میں چند ایرانی اور افغانی حکیموں کا آنا ہوا وہ اسلام آباد سے بھی گذرے وہ اکثر مفت علاج کیا کرتے تھے نیمن کھار نے اپنے باپ ریشی کھار کو ان حکیموں کے پاس لیا۔ تو حکیموں نے علاج کرنے کے بعد یہ کہا کہ بیمار زیادہ گوشت کھاتا ہے اس سے زیادہ چربی چڑھتی ہے ایسے میں دل کو خطرہ لاحق ہوتا ہے اور جس آدمی کو دل کا خطرہ لاحق ہو دل سیاہ پڑ جائے اس انسان کیلئے یاد خدا نہایت مشکل ہو جاتا ہے خطرہ اس بات کا ہوتا ہے کہ وہ نام اللہ کبھی کبھی بھول جاتا ہے یہ باتیں ریشی بادشاہؒ بھی سن رہے تھے۔ اور انہوں نے قسم کھائی کہ داد گوشت کھائے یا نہ کھائے میں کبھی گوشت نہیں کھاؤں گا پس گوشت کھانے سے میرا دل سیاہ نہ پڑ جائے پس میں نام اللہ نہ بھول جاؤں اللہ اللہ میں کبھی گوشت نہ کھاؤں گا۔

اس طرح یاد الہی، ذکر خدا یا ذکر رسولؐ کو قائیم و دوائیم رکھنے کی خاطر گوشت سے پرہیز کیا۔ مگر انہوں نے وہ حرام نہیں کر دیا۔ کیوں کہ حلال چیز کو حرام کرنے کی طاقت کسی بندے میں نہیں ہے اب چوں کہ پرہیز گاری کا معاملہ ہے اس لحاظ سے وہ دنیا کی ہر لذت سے پرہیز کرتے رہے اور زیادہ اپنا وقت یاد خدا میں ہی گذارتے رہے۔

ایک دن ریشی بادشاہؒ سے کہا کہ چلو ہردی باباؒ ہم دریا پر جا کر مچھلیاں پکڑیں گے تو ہردیؒ نے اپنے باپ سے اجازت طلب کی تو باپ نے اجازت دی مگر عین اسی وقت اس کھیت سے اس کا دادا کا گذر ہوا تو اس نے ہردیؒ کو کسان بچوں کے ساتھ جانے سے روکا تم ان کے ساتھ مت جاؤ مگر ہردیؒ اور نیمن کھار نے ضد کی کہ کیوں نہ جائیں۔ ریش کھار جانتا تھا کہ ہردیؒ کوئی معمولی بچہ نہیں۔ وہ ان کے ساتھ دریا پر کیا جائے۔ خود نیمن کھار کو بھی ہردیؒ کی عظمت کا اندازہ نہیں تھا اسے ہردیؒ کو ''ذی دید'' والی کرامات کا اندازہ ہی نہ تھا تو اس نے ہردیؒ کو بچوں کے ساتھ جانے کی اجازت دی۔ ریش کھار کی ایک نہ چلی تو ہردیؒ بچوں کے ساتھ دریاء آرپت کے

بادشاہؒ طالب تھے اور پیر رحمت مطلوب تھے۔ دونوں کے اندر نگاہیں مرد و مومن کا اثر ہو گیا۔ دونوں کی منزل ایک تھی اور مقصد بھی ایک تھا پھر محبوب العالمؒ نے ریشی بادشاہؒ سے کہا کہ یہ جگہ کافی اچھی ہے میں خود یہاں قیام کرنا چاہتا ہوں مگر کیا کروں میں وزن میں کم ہوں اور تم وزن میں برابر ہو یعنی پھر یہ کہا کہ

بہ چھس باہ ترکھ مگر ژھک برابر خار

وزنہٕ کنٛتہٕ کھارتہٕ کسبہٕ کنٛتہٕ کھار

یعنی کہ تم اسم بامسمیٰ ہو۔ اتنا سن کر ریشی بادشاہؒ کو اپنی کھار پرورش پر کافی ناز ہوا۔ مانا کہ وہ خاندان کا نہیں ہے مگر دودھ کا رشتہ تو ہے اس سے وہ کھار قوم کے رضاعی بھائی ہیں یہی وجہ ہے کہ اس وقت بھی دانتر کے کھار قوم میں ایسے افراد نے جنم لیا ہے جس کا کوئی نہ کوئی اطوار زندگی ریشی بادشاہؒ سے جاملتا ہے۔ مثلاً ہمارے ایک چچا مرحوم تھے ''رُسل کھار'' وہ بظاہر تو معمولی آدمی لگتے تھے مگر ان کی شرافت شرم وحیا، ایمانداری، نیک نیتی، صبر و استقلال اور سب سے بڑھ چڑھ کر ان کا صبر وسکون اور کسب لوہاری اس بات کا ثبوت تھا کہ وہ ریشی بادشاہؒ سے سبقت رکھتے تھے اسی رُسل کھار کا بھانجا بجبہاڑہ کا رُسل کھار بھی عشق حقیقی کے جنون میں اتنا کھویا ہوا تھا کہ اپنی لاکھوں کی بنائی ہوئی دنیا کو انہوں نے آناً فاناً فان کر دیا۔ بادشاہت سے خود گداگر بن گیا اپنی ہستی کو مٹا کر پستی اختیار کر لی۔ بقول ڈاکٹر علامہ اقبالؒ

مٹادے اپنی ہستی کو اگر کچھ مرتبہ چاہیے۔

کہ دانہ خاک میں مل کر گل وگلزار ہوتا ہے۔

بجبہاڑہ کے رُسل کھار نے اسی شعر پر اپنی زندگی قربان کر دی۔ دیکھنے والوں نے اسے تو پاگل کہہ دیا مگر عشق کا جنون اس کے اندر کس حد تک پایا جاتا تھا یہ بس وہی جانے اسی مرحوم رسل کھار کا بیٹا غلام نبی ہے جو پچھلے لگا تار پچیس سالوں سے بات چیت بالکل نہیں

کرتا ہے بلکہ خاموش سدھ بدھ ہو کر اندر ہی اندر سے کچھ گنگناتے ہوئے ہوتا ہے کچھ دو تو کھائیں نہ دو تو نہ مانگے۔ اس دنیائے فانی سے بالکل لاتعلقی اظہار کی ہے اور تا حال اسی حال مستی میں ہے خود ہمارے بابا حضور مرحوم حاجی عمہ جو آہنگر المعروف وستہ عمہ ایک ایسی روحانی کیفیت کے علمبردار تھے جہاں ان کو ایک خاص دن میں ایسا جنون طاری ہوتا تھا اور کچھ دیر کیلئے اس دنیا سے بے خبر ہو جاتا تھا کئی باران کو ایسی حالت میں سوئی بھی چھبو دی گئی مگر ان کو محسوس تک نہ ہوا حالانکہ خون بھی نکل آیا عجیب بات یہ تھی کہ سانپ کے ڈسنے کا اثر بھی نہ تھا کیوں کہ ایک بار اچھ بل باغ میں ترکھان کا کام کر رہے تھے کہ اچانک ایک سانپ نمودار ہوا اور اسے ڈس لیا مگر

اس پر کوئی اثر نہ ہوا۔ اصل میں میرے بابا آہنگری ہی تو تھے لوہاری کا کام ہی کرتے تھے۔

میں نے ان سے ایک دن پوچھا کہ تم کسب ریشیؒ بادشاہ چھوڑ کر کسب ترکھان کیوں اختیار کیا تو کہنے لگے کہ میں نے ریشیؒ بادشاہ کا سب نہیں چھوڑا کسب ترکھان اس لئے اختیار کیا کہ خود ریشی بادشاہؒ نے اپنے دور میں ہم عصر دوستوں کے ساتھ مل کر ترکھان کا کام بھی کیا ہے۔ اسلئے میں بھی کچھ مدت کیلئے یہ کسب اختیار کیا ہے مجھے یاد ہے کہ ۱۹۶۴ء میں ایک بار ذکر الٰہی میں محو ہو کر عشق رسولؐ میں کھو کر جنونگی طاری ہوئی اور وہ اپنے ہی کمرے میں اِدھر اُدھر چاروں طرف گھومتے رہے میں کم سن اور نادان تھا میں نے اس سے یہ سمجھ

دریائے جہلم کے کنارے آباد آہنگر قوم نے انہیں بتایا کہ ایسی ہستی
دانتر گاؤں میں ایک لوہار نیمن کھار کے پاس موجود ہے چوں کہ خود
محبو العالمؒ دانتر میں نہیں آئے مگر محبوب العالمؒ نے اس وقت کے
ایک بہت بڑے بزرگ حضرت بابا داؤد خاکیؒ کو اسلام آباد سے
دانتر گاؤں روانہ کیا اور اس سے کہا کہ تم دانتر جاؤ اور وہاں ایک
لوہار کے بیٹے کو نہایت ادب واحترام کے ساتھ میرے پاس لے
آو۔ جب حضرت بابا داؤد خاکیؒ دانتر آ کر ریشی بادشاہ کے گھر گئے تو
وہاں معلوم ہوا کہ وہ اپنی کھیتی پر ''نندہ'' کرنے گئے بابا داؤد خاکیؒ اس
کھیتی پر گئے جس کو ''کھارناڑ'' کہتے ہیں جواب بھی اسی نام سے
جانا جاتا ہے ریشی بادشاہؒ اپنے کام میں بہت مگن تھے کہ بابا داؤد خاکیؒ
نے دیکھا۔ کہ ریشیؒ بادشاہ اپنے کھیت سے خودرو فالتو گھاس بڑی
محنت اور لگن کے ساتھ نکال رہے تھے۔ بابا داؤد خاکیؒ نے کھیت میں
جمع فالتو گھاس پھوس کو حکم دیا۔ اے گھاس چل اوپر آ۔ سارا گھاس
فوراً! اوپر آگیا اور کھیت میں سے سارا گھاس غائب ہوگیا۔ ریشی
بادشاہؒ اپنی قوتِ بصارت سے سمجھ گئے کہ کوئی بزرگ ہستی اپنے
کشف وکمال سے سارا گھاس کھیت سے نکال رہا ہے تو ریشی بادشاہؒ
نے بلا ادب وعرض وسلام پیش کی اور کہا محترم بزرگ یہ کمائی نہیں کہ
کشف سے اپنا کام کیا جائے سب کام میں محنت ضروری ہے میں
نے ہمیشہ محنت کا کھایا ہے میں محنت کش گھرانے کا ہوں محنت کئے
بغیر کسی بھی حلال روزی میں ذرا بھر مزہ نہیں آتا اور نا ہی مجھے کوئی
سکون ملتا ہے اتنا سن کر بابا داؤؒ کافی متاثر ہوگئے پھر ریشی باباؒ نے
مہمان کو اپنے گھر لیا اور یہاں آنے کی وجہ پوچھ لی تو بابا داؤد خاکیؒ
نے انہیں بتایا کہ میرا پیر ومُرشد حضرت سلطان العارفینؒ آپ کو یاد
فرمارہے ہیں ریش باباؒ نے سُنا اور جواب میں کچھ نہیں کہا۔ صرف
چائے کی ایک پیالی برابر وپُر کنارے تک بھر لی اور اس میں اب
تنکے کی بھی گنجائش نہ تھی۔ پیالے کو اپنے دوست مہمان داؤد خاکیؒ
کے سامنے رکھ دی اور کہا جا اپنے پیر سے کہہ دے کہ

''دانا راشارہ بسیار است''

بابا داؤد خاکیؒ نے چائے لی اور واپس جا کر اپنے پر ومرشد حضرت
محبوب العالمؒ سے کہا جناب وہ نہیں آئے بلکہ انہوں نے چائے کی
پیالی اوپری کنارے تک بھر دی صرف اتنا کہا کہ

''دانا راشارہ بسیار است''

میں یہ نہ سمجھ سکا پیر رحمتؒ نے فرمایا کہ اُن کا اشارہ یہ ہے کہ یہاں
پیر کی ضرورت نہیں ہے گویا کہ وہ معرفت الٰہی سے مست مدہوش
ہیں تب ہی تو پیالی بھر کر رکھ دی۔ پھر حضرت محبوب العالمؒ نے اپنے
عمامہ شریف سے گلاب کے چند خوشبودار پتے نکال دئے اور بابا
داؤد خاکیؒ سے کہا کہ تم پھر جاؤ اور اُسے یہاں آنے کی دعوت دو اب
کی بار پھر وہ پیالی بھر کر رکھ دے تو تم سے گلاب کے پتے اس کے
پیالے کے اوپر رکھ دینا اتنا اس میں سما جائے گا اور پھر کہہ دینا کہ پیر
نے کہا کہ کوئی بھی پھول بغیر خوشبو کے اتنی ہمت نہیں رکھتا جتنی
خوشبودار پھول میں ہوتی ہے۔ بابا داؤد خاکیؒ نے ایسا ہی کیا ریشیؒ
بادشاہ سمجھ گئے کہ یہ پیر ومرشد کا فرمان ہے اسلئے وہ اس عمل سے بے
حد متاثر ہوگئے۔ کہتے ہیں کہ اس عمل کے بعد ریشی بادشاہؒ نے فوراً
اس پیالے میں سے وہ گلاب کے پتے اٹھا لئے اور ان کے کھاتے
ہی اس کے سارے وجود ایک روحانی کیفیت پیدا ہوگئی اور اس کو
پیامِ حق کو سکون مل گیا اس نے بابا داؤد خاکیؒ سے وعدہ کیا کہ اپنے
پیر ومرشد سے کہہ دے کہ میں خود اپنے پیر سے دریائے آرپت کے
اُس پار مشرق کی جانب ایک چشمے کے پاس ملوں گا گویا کہ ریشی
بادشاہؒ نے وہی پر ملنے کا وعدہ کیا جہاں پر سے اس کو پانے باپ نیمن
کھار نے اٹھا کے لایا تھا پھر ریشی بادشاہ پیر سے معروفت الٰہی
حاصل کرنے کے سلسلے میں دریا کے اس پار اس چشمے پر گئے جہاں
ملنے کا وعدہ کیا گیا تھا۔ ریشی بادشاہؒ پیر سے ملے دونوں کی آنکھیں
چار ہوگئی تو نور نورِ حق سے جا ملا تڑپتی روح کو سکون ملا۔ دھڑکتے
دل کو قرار ملا وہ دونوں سمجھ گئے کہ انسان کے سینے میں دل ہوتا ہے
دل میں دھڑکن ہوتی ہے اور دھڑکن سے تڑپ پیدا ہوتی ہے۔ یہی
تڑپ پیار ومحبت، بھائی چارے اور اخوت کی پہلی منزل ہے۔
بشرطیکہ یہ تڑپ دونوں طرف ہو یہ تڑپ یقیناً دوطرفہ تھی۔ ریشی

ریشی بادشاہؒ کی محفل سے نکل تو گئے مگر باہری دنیا میں آکر جب بھی دنیا بسانے کی سوچ رہے تھے تو اس کو اپنے پیر کی جدائی کا احساس کھائے جا رہا تھا وہ بار بار سوچ رہے تھے کہ اگر میں نے دنیا بسائے تو دنیا میں جکڑ کر میں اپنے پیرو مرشد سے دور ہو جاؤں گا۔ وہ پھر اپنے پیر کی محفل میں گیا۔ وہاں دیکھ کر ایک بار پھر ریشی بادشاہؒ نے اُن کو دانتر جانے اور گھر بسانے کا حکم کیا۔ وہ جسمانی اعتبار سے اپنے پیر کا حکم مان کر ریشی بادشاہؒ کی محفل سے تو نکلے مگر ان کی روح ان کے دل کی دھڑکن اور تڑپ وہی محفل میں ہی رہ گئی۔ دانتر آ کر وہ بہت غمزدہ ہو گئے۔ اپنے پیر کی جدائی نے انہیں حال سے بے حال کر دیا۔ معرفت الٰہی کو اپنے پیر کے ذریعے حاصل کرنے کی پاداش میں محمد شاہ صاحبؒ کے وجود میں جنون اور جلن کی سی کیفیت پیدا ہو گئی اور وہ ادھر ادھر دانتر میں بھٹکتے رہے اور کافی تھک ہار کے بعد وہ چنار کے سائے تلے آرام لینے لگے یہ چنار دانتر گاؤں میں ''تھکہ پنڈ'' نامی جگہ کے پاس آباد ہے اس جگہ بیٹھ کر محمد شاہؒ یہ کہتے تھے کہ بس اب تھک گیا یہی مرونگا اس لئے اس جگہ کو ''تھک پنڈ'' کے بعد ''تھک مڑ'' ہو گیا۔ پھر اسی جنون کی کیفیت میں محمد شاہؒ صاحب اس فانی دنیا سے تھک ہار کر رحلت کر گئے۔ اور وہی ان کا مزار مقدس ہے جہاں یہ شعر لکھا ہوا ہے۔

کیمیاء پیدا کُن اَز مشتِ گلے

بوسہ زن بر آستانے کاملے

ان صاحب حق کے جاہ وجلال اور جنونگی کا نتیجہ یہ ہے کہ اب وہاں آج تک ان کی زیارت کے سامنے جنون کا ساما لگتا ہے میں بچپن ہی سے وہاں گذر کر ڈرتا تھا اور اب بھی وہاں ڈر محسوس ہوتا ہے ان ہی صاحب حق کے جنون اور جاہ وجلال کا اثر ہمارے بابا عمہ کھار صاحب کے سارے وجود میں موجود تھا ان صاحب حق کے اسی جاہ وجلال کا دوسرا ثبوت یہ بھی ہے کہ اسی گاؤں میں ریشی بادشاہؒ کے ایک عاشق محترم مرحوم عمہ میر داماد لسہ میر اسی جنون کا شکار ہوئے اور اسی عالم میں اس عالم فانی سے رخصت کر گئے۔

ہمارے بزرگوں کے کہنے کے مطابق ریشی بادشاہؒ دانتر چھوڑ کر پر پھر دوسرے ہمسایہ گاؤں ''ڈبرنہ'' بھی گئے جو اس زمانے میں جنگل ہی کی مانند تھا کچھ مدت کے لئے وہاں آرام بھی فرمایا اور وہاں بھی اپنے محنت کش خاندان کھار قوم کا ثبوت دے کر کھیتی باڑی بھی کر لی اس کے بعد وہ اپنے پیر مرشد محبو العالم سلطان العارفینؒ کی خدمت میں رہ کر دانتر بھول ہی گئے اور انہوں نے اپنے لئے وہی اس جگہ کا انتخاب کیا جہاں سے اس کو ابتدائی صورت میں دانتر کے لوہار نیمن کھار نے پالیا تھا وہی ندی بالکل وہی جگہ وہی بہتا ہوا پانی وہی ایک گھپا تھی اور اسی میں رہ کر ذکر حق اور یاد الٰہی میں کرتے رہے وہی اپنے لئے گھر بنایا اس کے سچے مرید ہی اس کا عیال تھا۔

جب کافی مدت تک ریشی بادشاہؒ دانتر اپنے گھر نہ آئے تو ایک بار خود اس کا باپ نیمن کھار اس سے بلانے گیا۔ مگر ریشی بادشاہؒ نے صاف انکار کر دیا تب نیمن کھار نے نہایت مایوسی کے عالم میں ریشی بادشاہؒ سے کہا۔ کہ میرے ریش کھار کے باپ یعنے ''ریش سُند مول'' ریش مولہِ تلسہ کوت گژھکھ۔ بہ گژھ توت ییتہِ بہ آس۔ مگر ژ کتہِ آکھ۔ بہ آسنا یتہِ یوت بہ گژھ۔

یہ بلند پایہ کلام سن کر نیمن کھار نہایت خوش ہوا۔ اور نیمن کھار نے اس جگہ آس پاس اپنی پدرانہ شفقت والی نگاہیں دوڑائی جہاں ریشی بادشاہؒ اب مکین ہوئے تھے تو خود نیمن کھار کو لگا کہ یہی سے ریشی بادشاہؒ کی ابتدائی ہوئی تھی اور شاید ریشی بادشاہؒ یہی انتہا چاہتے ہیں۔ نیمن کھار نے خاموش ہو کر اپنے بیٹے ریش مول سے رخصت لیا اور اپنے گھر دانتر واپس چلا گیا۔

ہمارے بزرگوں کی یہ بھی شہادت ہے کہ جب ریشی بادشاہؒ اپنی پیاری رضاعی ماں نور سے بچھڑ گیا تب سے انہوں نے کبھی بھی کسی اپنی یا پرائی عورت کو اپنے نزدیک نہ آنے دیا اور نہ ہی اس وقت کی کسی عورت ذات میں اتنی ہمت اور جُرأت نہ ہوئی کہ وہ ریشی بادشاہؒ کے قریب جائیں۔ خود اس کی پالن ہار ماں میں بھی یہ ہمت نہ ہوئی کہ وہ اپنے بیٹے کے قریب جاتی آج دیکھو تو عورت زیارت ریشی بادشاہؒ کے پاس جا کر کیا کیا نہ کرتیں ہیں لیکن وہاں موجود کوئی بھی صاحب علم یا صاحب عمل انہیں روکنے کی جرآت نہیں کرتا۔

کر پکڑ لیا کہ کہیں وہ گر کر زخمی نہ ہو جائے۔ وہ بے حسی کی حالت میں گھنٹوں رہے پھر جب ہوش آیا تو کہنے لگے میرا نقصان کر دیا۔ میں تو کعبہ کا طواف کر رہا تھا۔ میں پھر بھی نہ سمجھ سکا کہ کعبہ اور طواف۔ یہ کہا ممکن ہے لیکن ایک دن ایک انجان مہمان ہمارے گھر آیا بابا سے کہنے لگے میں جب حج میں کعبہ کا طواف کر رہا تھا تم کو صرف میں نے ایک بار کعبہ میں پایا باقی تم کہاں تھے بابا حضور خاموش رہے کیوں کہ وہ خاموشی کا نمونہ تھے وہ باتیں بالکل کم کرتے تھے۔ اور ہفتے میں وہ ایک دن بالکل صبح سے شام تک بات کرتے ہی نہیں تھے اس وقت میرے ذہن میں اس کی دیوانگی اور جنون کا مطلب سمجھ میں آیا۔

مرحوم عمہ کھار کا بیٹا نور کھار ہے جو ایک شاعر ہے۔ انہوں نے حال ہی میں شاعری کی کتاب ''توحید حقیقی'' شایع کر دی ان کی طبیعت بالکل ریشی بادشاہؒ سے ملتی ہے ہنری مندی میں ماہر ہیں خاموشی میں بالکل ریشی بادشاہؒ کی طرح باتیں کم اور محنت زیادہ کرتا ہے دنیا کی لذت اور عیش و عشرت میں بے توجگی تو ہم سب کھار افراد میں موجود ہے ہمارا ایک بھانجا ہے محی الدین اس کا نام ہے اس نے لگ بھگ پندرہ سولہ سالوں تک گوشت نہیں کھایا ہے۔ حالانکہ شادی کے وقت دولہا بن کر بھی اس نے سسرال میں گوشت نہیں کھایا۔ الگ کھانا کھایا یہ ترک لذت ہے ترک حلال نہیں خود میں نے بھی دس بارہ سال گوشت نہیں کھایا یا عورتوں سے بات نہیں کی۔ یہ کچھ ایسا دور اور ایسے ایام ہوتے ہیں جہاں ترک لذت ضروری ہے وفاداری سچائی، ایمانداری ار مرد غازی کے صفات ریشی بادشاہؒ کے رگ رگ میں پیوست ہیں ان صفات کامل کا نمونہ ہمارے ہاں بھی بشہ کھار کے نام سے تھا جس نے اپنی زندگی سچی دوستی سے سچے اصولوں پر قربان کر دی اپنا سر کٹا یا مگر سر خم نہ کیا یہ گل محمد آہنگر کا بیٹا تھا اپنے دور جہاں میں بشہ کھار نے کافی تکالیف اٹھائے مگر کبھی اُف تک نہ کی، کبھی بدزبانی یا بدکلامی نہ کی لاکھوں کا رقم پس ہوتے ہوئے کبھی بھی قوم کی امانت سمجھ کر اپنے بے بس اور لاچار غریب باپ کی مدد نہ کر کے بے ایمانی سے کام نہ لیا۔ بالآخر وقت شہادت پر شعلوں کے زیر سائے وہ اللہ اکبر ہی کہہ گیا خدا جنت نصیب کرے۔

اپنے ہی بزرگوں کے کہنے پر جب ریشی بادشاہؒ اپنے پیر مرشد سے ملے تو وہ اب اکثر ان ہی کے ساتھ رہا کرتے تھے گھر کی طرف اب توجہ کم لیتے تھے وہ آہستہ یہ بھی بھول گئے کہ گھر نام کی کوئی چیز بھی ہوتی ہے ریشی بادشاہؒ کے بالغ ہونے کے بعد نیمن کھار کے ہاں دو اور فرزند پیدا ہوئے دونوں بھائیوں کو خود ریشی بادشاہؒ نے اپنے گود میں پال پال کر بڑا کیا۔ ایک قدہ کھار تھا دوسرے کا نام معلوم نہ ہوسکا جو کہ بعد میں لاولد ہی گذرا مگر ہمارا خاندان قدہ کھار ہی کے ذریعے آگے بڑھا ادھر ریشی بادشاہؒ کے دور رضاعی بھائی اپنے ماں باپ کی دل و جان سے خدمت کرتے رہے مگر ان کو اپنے پیارے فرزند ریشی بادشاہؒ کی جدائی نے بے حال کر دیا اور وہ دن بہ دن کمزور ہوتے گئے۔

ریشیؒ صاحبؒ کی ایک مرید خاص محترم محمد شاہؒ ان کا اسم گرامی ہے ان کا مزار مقدس دانتر میں موجود ایک ایسے چنار کے زیر سایہ ہے جو شاید کشمیر میں سب سے بڑا چنار ہے مگر حکومت وقت اور محکمہ سیر و سیاحت نے اس طرف کبھی توجہ نہ دی حالاں کہ ''ریشہ واڑ'' کہہ کر بھارت سرکار یا حکومت کشمیر کو ان جیسے چناروں کی طرف دھیان دینا چاہئے۔ محترم محمد شاہؒ سے متعلق ہمارے بزرگوں کی یہ شہادت ہے کہ وہ ریشی بادشاہؒ کے خاص مرید تھے ہر وقت شام و سحر ان کی خدمت میں لگے رہتے تھے۔ ایک دن کیا ہوا کہ ریشی بادشاہؒ نے اپنے مرید محمد شاہؒ کو یہ نصیحت کی کہ تم دانتر اجاؤ اور اپنا گھر بساؤ ایک تو میں ہی ہوں جس نے کوئی گھر نہیں بسایا، تم شادی کرو دین کے ساتھ ساتھ دنیا بھی اپنالو۔ محمد شاہؒ نے فرمایا کہ میں صرف آپ کی خدمت کیا کروں گا آپ کا خادم بننا ہی میرے لئے دین و دنیا ہے۔ تب ریشی بادشاہؒ نے اپنے بادشاہی جلال میں آ کر کہا میری خدمت تو ایک ضروری امر ہے مگر تم جاؤ۔ شادی کو لو گھر بسا لو یہ اپنے پیر کا مرید کے نام حکم تھا۔ محمد شاہ صاحبؒ یہ بات مان گئے وہ

شیخ ھر دی بابا ریشیؒ تاریخ کی روشنی میں

بیان شیخ ہردی بابا ریشیؒ

حضرت بابا ہردی ریشیؒ کا آستان مبارک اسلام آباد میں متصل جامع مسجد مرجع خلائق آپ نے اسلام آباد کے شمال میں قریب ہی ایک چھوٹے گاؤں آنچی ڈورہ میں جنم لیا ہے۔ مادرزاد ولی تھے اور اویسیؒ طریقے سے فائض تھے۔

جب آپؒ کی عمر مبارک آٹھ نو سال کی ہوگئی تو اولیاء اللہ سے بطریق اویسی غیبی رہنمائی ملتی رہی۔ حضرت خاکی صاحبؒ نے آپ کی شان میں ایک قصیدہ تصنیف کیا ہے جس کا نام ''ریشی نامہ لامی'' ہے اس میں انہوں آپ کے مراتب اور مقامات کا ذکر کیا ہے۔

آپ بچپن سے خدا پرستی کے قائل تھے۔ دُنیا اور لذات دُنیا سے متنفر تھے۔ قائم الیل اور صائمۃ النہار تھے۔ رفتہ رفتہ خضر علیہ السلام و دیگر انبیاء خاص کہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ باطنی رابطہ قائم ہوا نور وحدت میں مست اور سرشار ہوتے تھے۔ اسلئے تمام لذات دُنیا سے دور رہتے تھے۔ اور اتنے کمالات کے مالک بن گئے کہ خود حضرت سُلطانؒ اس بات کی آرزو کی کہ وہ میرے حلقہ ادارت میں شامل ہو جائیں۔

جوان ہو کر غذائے حلال حاصل کرنے کے لئے زراعت کا پیشہ اختیار کیا۔

ایک واقعہ:۔ ایک روز آپ کے گھر ایک مہمان وارد ہوا۔ آپ نے سُنت نبوی ﷺ کے مطابق اپنی والدہ محترمہ سے کہا کہ کوئی اچھی سی چیز جو گھر میں موجود ہے مہمان کو پیش کرو۔ والدہ نے جواب دیا' ابھی ابھی ایک شخص نے آپ کیلئے ایک تازہ مچھلی لائی میں اس کو صاف کرنے کیلئے دریا پر گئی کہ ایک چیل نے اڑالی۔ حضرت ریشیؒ نے فرمایا یہ تو حیرانی کی بات ہے۔ کہ اگر مچھلی میرے لئے تھی چیل نے کیوں اڑالی اور اگر چیل کیلئے تھی تو میرے پاس کیوں بھیجدی گئی اتنا کہنا تھا کہ چیل نے آپ کے سامنے مچھلی ڈالدی۔

درست ہے بندگان خاص الٰہی کے زیر فرمان از ماہ تا بماہی سب کچھ ہوتا ہے

اپنے پیارے بیٹے کی جدائی نے نیمن کھار اور اس کی بیوی نور کو نہایت غم ناک کر دیا اور وہ دونوں میاں بیوی اسی حال میں ہی اس دنیائے فانی سے رحلت کر گئے اسی اثنا میں ان کی وفات پر ریشی بادشاہؒ خود اپنے تمام مریدوں کے ساتھ دانتر آئے اور اپنے ماں باپ کے جنازے میں شرکت فرما کر کفن دفن کا پورا انتظام کرنے کے بعد اپنے رضائی بھائیوں جو ریشیؒ کے بعد پیدا ہوئے تھے سے ہمیشہ کے لئے رخصت لیا اور ان کو یہ تاکید کہ کی تم دانتر کی مٹی سے محبت کرو یہ میرے ماں باپ کی مٹی ہے اس مٹی میں میری محنت کا رنگ لگا ہوا ہے میری اپنی مٹی وہی ہے جہاں سے میں آیا ہوں ان کے رضائی بھائی بھی سمجھ گئے کہ بات کیا ہے۔

ان کے ان ہی دو رضائی بھائیوں میں سے صرف ایک رضائی بھائی قدہ کھار سے ہمارا سلسلہ کھار قوم آگے آگے بڑھا۔ اور پھر کبھی بھی یہ دانتر کے کھار قوم اپنے آبائی جگہ سے نہ ہٹ سکے۔ کہنے والوں کے کہنے کے مطابق جب ریشی بادشاہؒ نے اپنے لئے ہی اسی جگہ اپنا ابدی قیام فرمایا جہاں سے اس کو نیمن کھار نے پالیا تھا اسی وقت اس کا ایک رضائی بھائی سب سے چھوٹا بھائی اس دنیا سے بے اولاد ہو کر چل بسا اس جگہ کو زیارت ریشی صاحبؒ کے نام سے جانا جاتا ہے کتنے خوش نصیب ہیں وہ اہل اسلام آباد کے مسلمان جو ریشی بادشاہؒ کے ہوتے ہوئے بھی ریشی کہلائے اور کتنے بدنصیب ہیں وہ دانتر کے کھار قوم جو ریشیؒ بادشاہ کے اپنے ہوتے ہوئے بھی ریشی نہ کہلائے۔ مگر مجھے فخر ہے اپنے تمام خاندان پر کہ انہوں نے ریشی بادشاہؒ کی بات مان کر کبھی بھی سرزمین دانتر کو نہ چھوڑا اور نہ کبھی اس بات کا لالچ کیا کہ وہ ان ریشیوں کی طرح جو آج کل زیارت ریشیؒ کے پاس ہاتھ پھیلاتے نظر آتے ہیں۔ کھار قوم نے محنت و مشقت کی مگر کبھی بھی کسی کے سامنے ناجائز طور پر ہاتھ نہیں پھیلایا

جب حضرت رسالت مآب ﷺ کے ساتھ ہم طعامی کے شرف سے فارغ ہوئے تو آپ کو اپنا مقام اور مرتبہ عرش سے بھی بالاتر نظر آنے لگا۔

چونکہ حضرت ریشی صاحبؒ مرتبہ عشق میں مالا مال تھے اب کوئی کسر باقی نہ رہی تھی۔ اسلئے حضرت سلطانؒ نے آپ کے کے سر پر گلاب کے پھول نچھاور کر کے اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ اگر چہ آپ ساغر مالا مال ہیں۔ ہنوز بیعت کی ضرورت ہے۔ اس کے بعد آپ دست بیعت کی نعمت سے سرفراز ہوئے اور آپ کے کمالات ومراتب میں دو چند اضافہ ہو گیا۔

اس سے پہلے عرش بریں کے تحت ایک درخت کی مثال تھے جس کا کسی پر سایہ نہیں تھا۔ اب آپ کی بدولت بہت سے اولیاء اللہ نے آپ سے اکتساب فیض کیا۔ حضرت شیخ نے آپ کو اپنی طرف سے ایک کلام مبارک۔ خرقۂ مبارک اور سلسلہ نامہ عطا کر کے خط ارشاد سے نوازا۔ اور آپ کو اپنے ہی ریشیہ طریقہ پر رہنے دیا۔

خواجہ اسحاق قاریؒ کا حضرت ریشیؒ کی خدمت میں جانا:۔

ایک روز حضرت خواجہ اسحاق قاریؒ جناب ہر دی بابا ریشی صاحبؒ کی ملاقات کا ارادہ کر کے شہر سے نکلے تا کہ ان کی صحبت کا فیض حاصل کریں۔ چلتے چلتے ایک نامعلوم بستی میں رات گذارنی پڑی۔ وہاں ایک اجنبی خوبصورت جوان نے آپ کو اپنے گھر لے جا کر آپ کی خوب خاطر تواضع کی۔ حضرت خواجہ اس جوان سے بلکل ناشنا تھے حیران ہوئے کی آخر یہ جوان ہے کون؟ اسی حیرانگی کے عالم میں حضرت سلطان العارفینؒ بروح و جسد جلوہ گر ہوئے کہنے لگے اے خواجہ اسحاقؒ اب تجھے حضرت ریشیؒ کا مرتبہ سمجھ میں آیا یہ جوان حضرت خضرؑ حضرت ریشیؒ کی برکت سے آپ کے میزبان ہوئے۔ اب حضرت ریشیؒ کی خدمت میں جا کر ان کی تعظیم بجالانا۔ صبح جب حضرت ریشیؒ کی خدمت میں پہنچے تو ریشی صاحبؒ نے اپنی ہی طرف سے فرمایا آپ کا آنا مبارک ہو۔ رات کو حضرت خضرؑ سے ملاقات کر کے آئے ہو۔ حضرت خواجہ اسحاقؒ نے عرض کیا یہ سب آپ کی مہربانیوں کا نتیجہ ہے۔

حضرت ریشیؒ صاحب کے متعلق حضرت علمدار کشمیرؒ کی دوسو سال پہلے پیشنگوئی

ریشی نامہ میں لکھا ہے کہ حضرت ریشی صاحبؒ کے تولد ہونے سے دوسو سال پہلے جناب حضرت نورالدین نورانیؒ سیاحت کرتے کرتے سرزمین مٹن (مارتنڈ) پہنچے۔ وہاں انہوں نے انچی ڈورہ گاؤں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اس سرزمین سے ایک صاحب دل ریشی کا ظہور ہوگا۔ میں اس کی بُو سے مست اور سرشار ہو رہا ہوں۔ قُرب الٰہی میں اس کا وزن پوری خروار جبکہ میں اس کے مقابلے میں نیم خروار وزن رکھتا ہوں۔

اس فرمودہ کے دوسو سال بعد آپ نے اسی گاؤں میں جنم لیا جبکہ دوسو سال پہلے ہی آپ کے برکات وفیوضات پھیل چکے تھے اور اللہ کی کیا شان ہے دوستان خدا کی کس طرح اولیاء اللہ کی ایمانی فراست کے سامنے غالب وحاضر یکساں ہوتا ہے۔

حضرت سلطان العارفینؒ نے حضرت ریشی صاحبؒ کو بیعت سے سرفراز کیا

ایک روز حضرت سلطان العارفینؒ صوفی اللہ داد کو حکم دیا کہ ''جودر'' (آپکی سواری کے گھوڑے کا نام) کو تیار رکھو۔ آج علاقہ مراج کی سیر کو دل چاہتا ہے۔ مختصر یہ کہ آپ علاقہ مراجکی سیر کو گئے (علاقہ کوٹھاڑ) کا سیر کرتے کرتے موضع ''ظورو'' سے گذر کر انچی ڈورہ میں قیام پزیر ہوئے۔

حضرت ریشی کو سلطان وقت کی تشریف آوری کا علم ہوا تو مہمان نوازی کی خاطر جو کچھ بھی از قسم گوسفند وغیرہ ممکن ہو سکا تیار کر کے پُر تکلف دعوت کا انتظام کیا۔ آپ کے ہمراہ بہت سے خلفاء اور اولیاء تھے جن میں خواجہ اسحاق قاری، خواجہ حسن قاری، ملا داؤد خاکی اور مولوی حیدر قابل ذکر ہے یہ سب کے سب حضرت ریشیؒ کی دعوت میں شامل ہو گئے اور سب نے کھانا شروع کیا صرف ایک ریشیؒ صاحب الگ رہ گئے۔ جناب شیخ سلطانؒ نے فرمایا تم بھی ہمارے ساتھ کھانے میں شریک ہو جاؤ۔ دُور کیوں رہتے ہو۔ ریشی صاحبؒ نے جواب دیا۔ میں ایک ریشی ہوں۔ میری کہاں مجال کہ گوشت کھاؤں۔ میں جنگلی گھاس پھوس کھا کر گذارہ کرتا ہوں۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ گوشت انحضرت ﷺ نے تناول فرمایا ہے اور دوسرں کو بھی کھانے کو کہا ہے۔ جناب ریشیؒ نے عرض کیا اگر مجھے انحضرت ﷺ گوشت کھانے کا حکم دینگے تو میں بھی کھاؤں گا۔ اتنے میں کیا دیکھنا ہے کہ آنحضرت ﷺ ہمراہ خلفاء راشدینؓ جلوہ گر ہوئے تمام کے تمام دعوت میں شریک ہو کر حضرت ریشیؒ سے کہنے لگے۔ آؤ تم بھی شریک دعوت ہو جاؤ۔ حضرت ریشیؒ جوش میں آ کر رسالت ماب ﷺ اور خلفاء راشدینؓ کے ساتھ ہم طعام ہو گئے اور پیٹ بھر کر کھانا کھایا۔

یہ سب کے سب ابدال وقت تھے۔اور عالم غیب میں اپنے اپنے اقلیم پر مامُور تھے۔(دُنیا میں ہمیشہ چالیس ابدال موجود ہوتے ہیں) اُنتالیس اس وقت یہاں موجود تھے ایک رحلت کر چکا تھا۔حضرت شیخؒ ان سب کے ہمراہ خواجہ میرم صاحب کے گھر تشریف فرما تھے۔ خود جناب خواجہ میرم صاحب شوق وجد کے عالم میں گھوڑے کے آگے آگے پابرہنہ دوڑ تے جا رہے تھے یہ خلوص وایثار دیکھکر حضرت شیخؒ آپ پر بہت مہربان ہوئے۔

جب مہمانوں نے گھر میں تشریف رکھا تو حضرت خواجہؒ نے خود اپنے ہاتھ دست پاک دیا اور پھر دو دو آدمیوں کے سامنے ایک ایک تھالی رکھی گئی جس میں دونوں شریک ہوکر کھانے لگے۔ اس طرح ۱۹(اُنیس) تھالیوں میں اڑتیس لوگ کھانے لگے اور بیسویں تھالی میں صرف ایک آدمی بغیر شریک کھانے لگا۔ جناب شیخؒ نے حضرت خواجہ میرم صاحبؒ سے فرمایا ''جاؤ اس تھالی میں شریک ہو جاؤ''

یہ اُنتالیس آدمی سب کے سب اپنے اقلیم میں ابدال تھے۔چالیسواں دُنیا سے چل بسا تھا لہذا اس کی جگہ خالی تھی تصوف کی رو سے ہمیشہ دُنیا میں چالیس ابدال کی موجودگی ہوتی ہے جن کی تقرری کے اختیارات قُطبِ وقت کو ہوتے ہیں۔ چونکہ حضرت سلطان العارفینؒ اپنے زمانے کے قطب الاقطاب تھے اسلئے ان کے دروازے پر ہر وقت غوث شائخ اور ابدال کی بھیڑ ہوا کرتی تھی لہذا انہوں نے خواجہ میرم صاحبؒ کی صلاحیت کی بناء پر اس کو ابدالیت کا جامہ پہنایا اور اس طرح عرش سے فرش تک ان کی نظر کھل گئی۔

ذکر بابا روپ ریشیؒ:۔

ریشوں کی اس سرزمین میں ایک باکمال ریشی گذرے ہیں جن کا نام رُوپ ریشی تھا۔حضرت سلطانؒ کے حلقہ ارادت میں ان کا شامل ہونا دلچسپی سے خالی نہیں تھا۔

روپ ریشیؒ بچپن سے ہی خدا پرستی کی طرف مائل تھا۔ لذات دُنیا سے بیزار اور متنفر۔ جناب آتشِ عشق اسکے سینے میں سلگا تو آپ نے آبادی کو خیر باد کر کے صحرا اور بیابان کا راستہ اختیار کیا۔ آخر بستی سے بہت دوُر ایک بھیانک جنگل ''وسترون'' کو اپنا مسکن بنایا۔وہاں ایک مصنوعی غار میں رہنے لگا۔روزانہ وضو اور غسل کر کے یادِ حق میں مشغول، دن کو روزہ اور رات کو بیدار رہتا تھا۔یہی اپنا معمول بنایا۔

آپ کی توجہ سے مالدار تاجر عبدالرحیم بقال کو فرزند نصیب ہوا:۔

آنچی ڈورہ گاؤں میں ایک مشہور معروف مالدار تاجر خواجہ عبدالرحیم نامی رہتا تھا۔ مالداری میں یکتاء زمانہ تھا۔اس پر خدا نے سخاوت کا جذبہ عطا کیا تھا۔وہ غریبوں خدا دوستوں کی خدمت کرتا تھا۔خدا نے دنیاوی عیش وعشرت کا سارا سامان ماسوائے اولاد عطا کیا تھا اور خواجہ کی عمر اب ستر سال اور بیوی کی عمر ساٹھ سال ہوئی تھی اب ان سے اولاد کی تمنا منقطع ہوگئی تھی۔خوش قسمتی سے خواجہ اسحاق قاریؒ کو اس تاجر کے ساتھ دوستی تھی ایک روز تاجر کے گھر تشریف لے گئے۔اور تاجر نے اپنی ساری روداد سنائی کہ ہم میاں بیوی درخت بید کی طرح میوہ زندگی سے ناامید ہوگئے ہیں۔حضرت خواجہ اسحاقؒ نے اشارد فرمایا۔کہ ناامید مت ہوجاؤ امید کی ڈھارس باندھ کر حضرت ریشی صاحبؒ کے ساتھ اپنا رابطہ قائم کرو۔کچھ عجیب نہیں کہ ان کی نظر عنایت سے تمہارا درد کا درمان ہوسکے۔تاجر نے یہ سن کر حضرت ریشیؒ کے دربار میں حاضری دی۔اور اپنی دُکھ بھری کہانی سُنائی اس وقت ریشی صاحبؒ کے سامنے ایک سیب موجود تھا ریشی صاحبؒ نے یہی سیب اس تاجر کو عنایت فرمایا اور کہا اس کو کھا کر آپ اپنا دلی مراد پاؤ گے۔تاجر نے فوراً تعمیل کی اور صرف سات ماہ گذرنے کے بعد خدا نے آپ کے گھر ایک سعادت مند بچہ عطا کیا۔جس میں شرافت کے علامات ظاہر تھے۔اس بناء پر باپ نے اس کو محمد شریف بقال نام رکھا بچہ تولد ہوتے ہی ماں نے داعی اجل کو لبیک کہا۔بچہ نے کسی دایہ کا دودھ پینے سے انکار کیا اور ناچار باپ نے بچے کو حضرت ریشیؒ کی خدمت میں لایا حضرت ریشیؒ روزانہ بچے کے مُنہ میں اپنی انگشت مبارک ڈالتے اور بچہ چوستا تھا اس طرح یہ بچہ پرورده ہوگیا۔

ذکر خلفیہ سُلطان حضرت خواجہ میرم صاحبؒ:۔

جناب حضرت خواجہ میرم صاحبؒ حضرت سُلطان العارفینؒ کے خلیفہ خاص تھے جوانی میں تجارت کا پیشہ اختیار کیا۔بڑے مالدار آدمی تھے تجارت میں مشہور تھے اسکے ساتھ ساتھ سخاوت اور پرہیز گاری میں بھی نام رکھتے تھے۔شروع سے ہی راہ حق میں مرشد برحق کے طلبگار تھے کہ یکا یک نوشتہ ازل کے مطابق سعادت کا تارا طلوع ہوا کہ حضرت سلطان العارفینؒ کی خدمت میں راہ حق کی رہنمائی کیلئے استدعا کی جناب شیخؒ نے آپ کی خدا داد استعداد دیکھکر اپنے زمرہ احباب میں جگہ دی اور ذکر نفی اثبات کی تلقین کی۔

ایک روز خواجہ میرم صاحبؒ نے ایسی پُر تکلف دعوت کا اہتمام کیا جس کو دیکھکر دوست واحباب انگشت بدنداں رہ گئے۔آپ نے حضرت شیخؒ سے استدعا کی کہ اپنے تمام احباب سمیت غریب خانہ پر تشریف لاکر منور کریں۔جناب شیخؒ نے ہر بناء خلوص دعوت قبول فرمائی اس وقت آپ کے دربار میں انتالیس افراد رجال الغیب اہل کشف شہود موجود تھے۔

اس کے بعد آپ مدت دراز تک اسی جنگل میں بیٹھکر عبادت الٰہی میں معروف رہے۔ یہاں تک کہ آپ نے عالم ناموت سے پرواز کر کے جبروت ولاہوت کے مالک بن گئے پھر آپ کو مسند ارشاد پر بیٹھنے کا حکم ملا اور آپ نے دست حق پرست پر بہت سے خدا دوستوں کو رہنمائی نصیب ہوئی۔

جناب روپ ریشیؒ کے ہاتھ سے ایک نوجوان کا ظالم دیو سے چھٹکارا پانا اور ھدایت یاب ہونا:۔

اسی دوران لوگوں میں مشہور ہوا کہ علاقہ کھویہامہ میں ایک جوان ریشی کچھ کھائے پیئے بغیر جنگل میں خلوت نشین ہے لوگ امیر غریب مردوزن یہاں آنے جانے لگے۔ جب روپ ریشیؒ نے سُنا تو آپ حیران ہوئے کہ آخر بغیر خوردونوش وہ زندہ کیسے رہ سکتے ہیں اور اس معاملے پر غور کرنے لگا۔ آخر اس جوان کو اپنے پاس بُلایا۔ اس کا چہرہ دیکھکر اس کے سارے سیاہ وسفید کا پتہ چل گیا۔ آپ نے اپنی طرف سے جوان کو کہا۔ کیا تمہارے پاس رات کو ایک جماعت آتی ہے اور ہر شب آپکو غیبی نعمت اور شاہنہ ضیافت ملتی ہے جو تم کھاتے ہو اور تمہارے پاس ہر شام ایک مجلس منعقد ہوتی ہے۔ جوان یہ ماجرا سُن کر حیران ہوا اور ان باتوں کا اقرار کیا کیونکہ اب تک ان باتوں کا علم کسی کو نہیں تھا۔ روپ ریشیؒ نے کہا یہ تمہیں دھوکہ ہے۔ کہ تجھے غیب سے ضیافت آتی ہے۔ دراصل یہ شیاطین اور بھوتوں کی جماعت ہے۔ وہی تم کو کھلاتے ہیں تم ان کے قبضے میں ہو اور لوگ گمراہ ہوجاتے ہیں۔ آج شام جب یہ ضیافت آئے گی تو ''لاحول ولاقوۃ'' کا وظیفہ یاد کرنا۔

حسب معمول جب شام کو ساری نعمت آپکے پاس آئی تو جوان کو ریشیؒ کا فرمان یاد آیا اور اس نے رشیؒ کا دیا ہوا وظیفہ یاد کرنے شروع کیا تو کیا دیکھا ہے کہ اہل جماعت اور ضیافت بلکل غائب ہوگئے اس طرح اس جوان نے اس بلا سے چھٹکارا پایا۔ صبح یہ جوان حضرت ریشیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پاؤں پڑنے لگا کہ آپ کی شفقت سے میں نے ان ظالموں سے چھٹکارا پایا۔ اب مجھے راہ حق کی تلقین کیجئے۔ اسطرح آپ کے دست حق پرست پر نائب ہوکر اہل باطن میں شامل ہوگیا ریشی صاحبؒ حضرت شیخ کے حکم سے جنگل میں خلوت نشین تھے اب مرشد برحقؒ نے آپ کو شہر میں بُلایا اور کاٹل گاؤں میں بیٹھنے کو کہا۔ یہاں بھی آپ مدت تک عبادت میں معروف رہنے کے ساتھ ساتھ اکثر حضرت شیخ کی صحبت میں رہتے جب کبھی سیر کو تشریف لے جاتے تو ریشی صاحبؒ بصد شوق گھوڑے کے آگے آگے دوڑتے جاتے۔ حضرت شیخ نے آپ کو صاحب ارشاد بنا کر مسند ارشاد پر بھٹایا اور لوگوں کو ہدایت میں معروف رہے آپ نے ایک سو ایک سال عمر پائی۔ اس میں ایک سو نو سال قائم اللیل اور صایب دھر رہے ہیں۔

جب سالہا سال اسی طرح یادِ حق میں گذر گئے تو ایک دن اس کی امیدوں کا درخت بار آور ہوا یعنی صبح اُٹھ کر وضو کے ارادے سے جب اپنی عبادت گاہ سے باہر آیا تو کیا دیکھا ہے کہ ایک نُورانی شہسوار بکمال شان وشوکت پہاڑوں کی چوٹیوں سے جلوہ گر ہوا۔ ریشیؒ کو یہ دیکھ کر بڑی حیرانی ہوئی کہ یہاں فرشتے کا گذر بھی ناممکن ہے۔ ایک انسان کی بات ہی نہیں پھر بھی اس شان وشوکت کے ساتھ۔ ہو نہ ہو یہ کوئی صاحب دل ہوگا خدا کرے کہ میری قسمت جاگ اُٹھے کیوں نہ میں اسکا دامن تھام لوں۔

جب یہ شہسوار قریب آیا اور ریشیؒ سے پوچھا آپ کا اس جنگل میں کتنا عرصہ گذر گیا؟ تو ریشیؒ نے بے اختیار اپنی ساری روحانی داستان عرض کی اور کہا میں عرصہ دراز سے یہاں مقیم ہوں۔

شہسوار نے آپکو تسلی دی اور کہا کہ تمہاری ابتدا تو بالکل اچھی رہی اب تمہاری انتہا یعنی کسی خاتمہ بھی کسی مردِ کامل کی بعیت سے اچھا ہو جائیگا۔ ریشیؒ نے عرض کیا تو پھر توقف کس بات کا ہے۔ اپنا ہاتھ لائے میں دست بیعت کیلئے بے تاب ہوں۔

شہسوار نے فرمایا تم ہمارے دربار میں حاضر ہو جاؤ۔ ہم وسط شہر سرینگر میں بمقام کلاش پُورہ شیخ حمزہؒ کے نام سے مشہور ہے۔ وہاں آجاؤ تا کہ تمہارے ذرے کو آفتاب کا مقام حاصل ہو جائے۔ یہ کہکر یہ نُورانی شخص غائیب ہو گیا۔

حضرت ریشیؒ چلہ کے نیت سے خلوت نشین ہو چکا تھا اور ابھی چلہ مکمل ہونے کے کچھ دن باقی تھے اسلئے ما باقی ایام بے تابی کے عالم میں یا شیخ حمزہؒ کا ورد کرتے کرتے گذرے اور سرینگر کی طرف روانہ ہوا۔ سرینگر پہنچکر لوگوں سے دریافت کر کے کلاش پورہ پہنچ گیا۔ وہاں ایک مخلص نے حضرت مرشد کی خدمت میں رہنمائی کی۔

جناب ریشیؒ نے پہلی ہی ملاقات میں پہنچان لیا کہ یہ وہی شخصیت ہے جس نے مجھے کہساروں میں جلوہ دیا ہے اور فوراً دسبوسہ لیا۔ حضرت شیخؒ نے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ حضرت شیخؒ نے ریشیؒ سے پوچھا میرا نام ونشان تجھے کس نے بتایا۔ ریشیؒ نے عرض کیا اس نورانی صاحب نے جو اس روز کوہساروں سے جلوہ نما ہوئے اور اس اقت میرے ساتھ ہمکلام ہیں۔

حضرت شیخؒ نے تبسم کر کے ان کو دست بیعت سے نوازا اور آپ عالم شہود کے مالک بن گئے۔ حضرت شیخؒ نے اہل مجلس سے اس کا تعارف کرایا اور کہا یہ ریشیؒ مدت سے جنگل نشین ہے آج ہمارا مہمان ہے۔ اسکو کسی خلوت کوٹھری میں بٹھا دو کیونکہ یہ خلوت پسند ہیں۔

رات کو جناب ریشیؒ صاحب محوِ عبادت تھے کہ اچانک ایک شیر دکھائی دیا آپ نے یا شیخؒ کا نعرہ بُلند کیا حضرت شیخؒ نے تسلی کیلئے آواز دی اور کہا یہ کوئی شیر نہیں ہے بلکہ آدمی بلباس شیر تمہاری دلدہی کیلئے آیا ہے یہاں ''وستروں'' تھوڑا ہے جو شیروں کی آماجگاہ ہے تم ابھی کچے ہو۔ جاؤ جنگل میں اپنی جگہ ذکرواذکار میں محو رہو یہاں تک کہ تم میں پختگی آئے گی۔

کے اُوپر آیا۔ آپ نے یہ تحفہ قبول فرما کر ہاتھ میں لیا اور پانی میں اُترے۔ خاکی صاحبؒ فرماتے ہیں کہ پانی نے مجھ پر کوئی اثر نہ کیا نہ میرے لباس میں تراوت ہوئی۔ یہ پانی مجھے بادل جیسا دکھائی دیا۔ بہت نیچے جا کر ایک خوبصورت جوان میرے سامنے ادب سے بیٹھا اور مجھ سے کلمہ توحید کی تلقین طلب کی میں نے پہلے اس کو توبہ استغفار سے پاک کر کے یہ کلمات بیعت تعلیم کئے۔ رخصت ہونے پر اس نے سوال کیا کہ مہربانی کر کے یہ کلمات جو آپ نے میری بیعت کے وقت تلاوت کئے تحریری طور لکھ دیجے تا کہ میں اپنے غائب دوستوں کو آپ کی زبان مبارک سے سناؤں۔ اور ان کے سامنے پڑھ سکوں۔ میں نے چشمے سے باہر آ کر دوگانہ شکرانہ ادا کیا۔ اور وہ کلمات کاغذ کا پرچے پر تحریر کر کے پانی میں ڈال دیئے جسے ایک سانپ مُنہ میں اُٹھا کر لے گیا۔

حاضرین یہ سارا ماجرا چشم ظاہر سے ملاحظ کر رہے تھے خاصکر شیخ حُسین علیؒ جو ہر ایک چشمے کی بیعت کے وقت میرے ہمراہ ہوا کرتے تھے۔

یہی شیخ حسین علیؒ جو ارباب کشف وشہود میں سے تھے اور خاکی صاحبؒ کے ساتھ خاص محبت رکھتے تھے۔ روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت خاکی صاحبؒ پرگنہ کامراج میں ہرل مقام پر تشریف لے گئے۔ آپ کے ہمراہ دوسو کے قریب دوست احباب تھے ایک پہاڑی کی چوٹی پر پہنچے وہاں ایک صاف شفاف چشمہ قاضی سر کے نام سے مشہور تھا۔ اس چشمے کے دو دروازوں سے پانی بہہ رہا تھا۔ جب خاکی صاحبؒ نے چشمے پر قدم رکھا تو چشمے کے اندر سے آواز ئی 'یا حضرت! کا آنا مبارک۔ ہم آپ کے انتظار میں تھے۔ میں اب تک کفر کے اندھیرے میں تھا۔ اب نُورِ اسلام سے متور ہو جاؤنگا۔ مجھے نُورِ ایمان سے سرافراز کیجئے۔ حضرت خاکی صاحبؒ نے معمولات کے کلمات تلاوت کر کے چشمے میں قدم رکھا وہاں ایک خوبصورت نوجوان نظر آیا اس کے گرد بہت سے لوگ جمع تھے۔ ان سب کو خاکی صاحبؒ نے کلمہ توحید کی تلقین کر کے مشرف با سلام فرمایا۔ حضرت خاکی صاحبؒ نے جوان سے درفایت کیا کہ یہ دو دروازے کیا معنی رکھتے ہیں؟ جواب ملا دروازے اور دریچہ صرف نام کے ہیں بات صرف اتنی ہے کہ میں خدا کی طرف سے پانی کا ذمہ دار ہوں۔ دوطرف پانی جاری کرنا اس میں صرف سر الٰہی کار فرما ہے اور کچھ نہیں۔

حضرت خاکی صاحبؒ چشمے سے باہر آئے تو کنارے پر ٹھیکرے کا ایک پیالہ نظر آیا اُٹھا کر سامنے لایا تو دیکھتے ہیں کہ اس میں راجہ ہرش بادشاہ کشمیر کا سکّہ ہے اس پر ایک طرف مرد اور دوسری طرف عورت کی تصویر تھی۔ حضرت خاکی صاحبؒ یہ سکّہ دیکھکر حیران ہوئے اور یہ ہدیہ قبول فرمایا حضرت حسین علیؒ روایت کرتے ہیں کہ یہ سکّہ ہمارے پاس مدت تک موجود تھا۔

چشموں کے موکلات کا جناب حضرت سلطان العارفینؒ کی خدمت میں تربیت حاصل کرنے کیلئے آنا:۔

ایک روز بابا داؤد خاکی اپنے مرشد برحق کے دروازے پر کھڑے تھے اور حضرت شیخ تنہا حجرے تشریف فرما تھے۔ اسی اثنا میں بابا داؤدؒ خاکی نے اندر سے گفتگو سنی۔ آپ حیران ہوئے۔ اگر حضرت شیخ تنہا حجرے میں ہیں تو یہ گفتگو کیسی بے تابی میں دروازہ کھولا وہاں حضرت شیخؒ کے ارد گرد خوبصورت ماہ پیکر جوانوں کی ٹولی تھے جن کے ساتھ آپ محوِ گفتگو تھے حضرت نے بابا داؤد کو ڈانٹ کر فرمایا۔ اس طرح بلا اجازت دروازہ کھولنا بے ادبی ہے تجھ جیسے سمجھدار سے اس طرح کی بے ادبی سرزد ہونا تعجب کی بات ہے۔ اب تو تم واقف راز ہو گئے اب یہ بھید کسی کے سامنے نہ کھولنا۔

سنو! یہ چسماءِ کشمیر کے موکلات ہیں۔ کہساروں میں رہتے ہیں ہم سے راہ حق کی تربیت کے طلب گار ہیں آپ کو یہ جان لینا چاہئے کہ جہاں کہیں کوئی چسمہ یا ندی ہوتی ہے وہ بظاہر پانی کی شکل میں ہوتا ہے لیکن دراصل خُدا کی ایک مخلوق ہوتی ہے ان میں بھی مرد و زن ہوتے ہیں۔ ان میں عشقِ الٰہی ہوتا ہے۔ کبھی اپنے آپ کو انسانی شکل میں اور کبھی سانپ کی شکل میں ظاہر کرتے ہیں اب میں ان سب کی تربیت تمہارے سپرد کرتا ہوں ان سب کو راہ حق کی رہبری کر کے رضائے الٰہی حاصل کرو۔ پھر حضرت شیخؒ نے ان جوانوں کی طرف فرمایا۔ یہ میرا فرزند ہے۔ اس کے پاس جا کر نُورِ حق حاصل کرو۔ میں اسی کو تمہاری تربیت کیلئے مامور کرتا ہوں۔ ان کے ملاقات کا انتظار کرو۔

بابا داؤد خاکیؒ کا چشموں کے موکلات کی تربیت کیلئے کہساروں پر تشریف لے جانا:۔

اب مرشد کامل کی طرف سے حضرت خاکیؒ صاحب اس آبی مخلوق کی تربیت کیلئے مامور ہوئے تو سب سے پہلے آپ حضرت ہردی بابا ریشیؒ کی ملاقات کیلئے تشریف لے گئے۔ کیونکہ ریشیؒ چشموں کے بارے میں واقفِ اسرار تھے خاکی صاحبؒ نے اپنا ارادہ بیان کیا تو انہوں نے بھی اپنی طرف سے چشموں کی تربیت کیلئے مجاز بنایا اور دُعا دی۔

خاکی صاحبؒ نے اپنے ہمنواؤں میں سے ایک ٹولی کو اپنے ساتھ اُٹھالیا اور پہاڑ کی سفر

مسافت کا فاصلہ دشوار گذار سفر تھا۔ اس مسافت میں درخت اور پودے کا نام و نشان تک نہ تھا۔ مسافت طے کر کے چشمہ کوثر ناگ پر پہنچے۔ جو کہ ایک صاف و شفاف چشمہ ہے جونہی آپ نے چشمے کے کنارے قدم رکھا تو چشمے سے ایک سیب پانی

جب میں نے دیکھا کہ یہ بچہ نیاز نہیں بلکہ راز کا ایک سمندر ہے تو بے اختیار فرطِ مسرت سے خوشی کے آنسوں بہائے۔ یہ میرا فرزند ہے دربار رسول ﷺ میں منظور ہوا ہے ہم حضرت غوث الاعظمؒ کے جرعہ خوار ہیں انہوں نے اس کو منظور فرمایا۔

یہ بشارت سُن کر آپ کے والد خوشی سے پھُولے نہ سمائے جب میر نازک صاحبؒ جوان ہوئے تو علم دین سے آپ کا سینہ منور ہوا۔ روزانہ حضرت سلطانؒ کے دربار میں حاضری دیتے تھے جب آپکی قابلیت کمال کو پہنچی تو حضرت سلطانؒ نے آپکو بابا داؤد خاکیؒ کے سپرد کیا تاکہ ان کو روحانی تربیت سے آراستہ کریں۔ خاکی صاحبؒ نے آپ کو فرزند کی طرح پرورش کی علم مکاشفہ کے اسرار سکھائے اور علم باطن سے مالا مال کیا۔

آپ رزق حلال کیلئے اپنے ہاتھوں سے روٹی کمائے۔ اسی پر گذارہ کرتے۔ ریاضات وعبادات کے علاوہ زھد وتقویٰ میں یکتا تھے جہاں آپ نے قیام کیا وہاں قیرب ہی ایک پُل تعمیر ہوا تھا پُل میں پتھر لگایا گیا تھا جو کسی عورت کا تھا اور عورت کو اس کا معاوضہ نہیں دیا گیا تھا۔ حضرتؒ عمر بھر اس پُل پر سے نہیں گذرے۔ یہ تھا حال ان کے تقویٰ کا۔

ایک روز ایک مخلص نے ان کو دعوت پر بُلایا جب آپ تشریف لے گئے تو پوچھا۔ یہ دعوت جو آپ نے بنائی ہے اس میں تمہاری بھائی کا حصہ ہے۔ وہ یہاں کیوں نہیں ہے۔ مرید نے عرض کیا۔ حضرت وہ عرصہ سے غائب ہے تو حضرت نے دعوت قبول کرنے سے انکار کیا۔

ایک روز ایک شخص نے انگور کا طبق ہدیہ لایا اور کہا کہ یہ ہمارے موروثی باغ سے حاصل ہوا ہے۔ حضرت میرؒ نے یہ کہکر منظور نہ کیا کہ اس میں ضرور اور کوئی وارث شریک ہوگا اور اگر نہیں ہے پھر عشر اور خراج ادا کئے بغیر ہوگا۔ یہ تھا آپ کے تقویٰ کا علم۔

ایک دفعہ والیٔ شہر نے آپ کی زیارت کا قصد کیا آپ کو اطلاع ہوئی تو آپ نے سارے خانقاہ کی چٹائیاں سمیٹ رکھنے کا حکم دیا۔ بجائے فرش فروش کے زمین کو بلکل کسی بچھونے کے بغیر رکھا گیا۔ اور کسی قسم کا تکلف پسند نہ کیا والیٔ شہر بھی بغیر کسی چٹائی یا بچھونے کے خالی مٹی پر بیٹھ گیا۔

یہی شیخ حسین علیؒ (بابا داؤد خاکی صاحبؒ خلیفہ خاص) روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ شیخ دین بابا داؤدؒ وادی لولاب کے سفر پر گئے۔ آپ کے ہمراہ تین سو آدمی تھے۔ وہاں سے تین دن کا راستہ طے کر کے ایک چشمے پر پہنچے۔ جس کا نام چشمہ شالہ پوچ تھا یہ سفر طے کرتے کرتے راستے میں ایک عمیق چشمہ دکھائی دیا۔ جس کا نام نیلہ سر تھا جب حضرت خاکی صاحبؒ نے چشمے کے قریب ایک درخت کے نیچے قدم رکھا۔ تو ایک نوجوان مُنہ میں پان چباتے ہوئے سامنے آیا اس کے ہمراہ ایک بوڑھا آدمی تھا۔ یہ جوان پر تپاک طریقے پر حضرت کے سامنے آکر عرض کرنے لگا۔ کہ میرا نام شالہ "پوچ" ہے۔ اور یہ میرا وزیر "نیلہ سر" ہے۔ ہم آپکے انتظار میں تھے۔ آپ کا آنا سر آنکھوں پر۔ ہمیں نور اسلام سے منوّر فرمایئے شیخ داؤدؒ نے پوچھا۔ یہ شالہ پوچ کیا معنی رکھتا ہے۔ جواب میں عرض کرنے لگا پچھلے زمانے میں یہاں کوئی شخص ایسا گذرا ہے۔ جس کے ایک ہزار ایک سو اولاد تھے اس شخص کا نام شلہ پوچ تھا۔ مجھے بھی خُدا نے یہ عنایت نصیب کی ہے کہ میرے بھی ایک ہزار ایک سو اولاد ہیں۔ جوان پہاڑوں اور دروں میں چشموں کی شکل میں موجود ہیں۔ یہ سب میری اولاد ہیں

حضرت شیخ نے اپنی طرف سے وہاں کے لوگوں سے اس بات کی تحقیق کی اور تحقیق سے پتہ چلا کہ یہ بات درُست ہے۔ حضرت شیخ ان سبھی چشموں پر گئے اور سبھوں کو نورِ اسلام سے سرفراز کیا۔ تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں۔

ذکرِ میں نازک نیازیؒ خلیفہ حضرت بابا داؤد خاکیؒ:۔

آپ سادات نسب ہیں دوسرے سادات کی طرح بخارا سے کشمیر وارد ہوئے ہیں۔ آپ کے والِد ماجد کا نام میر محمد حاجی محمد قاضیؒ ہے۔ جب میر نازک نیازی تولد ہوئے تو باپ نے حضرت سلطان العارفینؒ کے دربار میں بطور نذرانہ پیش کر کے عرض کیا کہ میں اس اپنے فرزند کو آپ کے دربار میں بطور نیاز پیش کرتا ہوں' قبول فرمایئے۔ حضرت سلطان العارفینؒ نے ان پر ایک نگاہ ڈالی تو چشمانِ مبارک میں آنسوں بھر آیئے۔ آپ کے والد یہ دیکھ کر تشویش میں پڑ گئے کہ شاید اس بچے کی عمر مختصر ہو گی۔ اور اس کو اس دار فانی سے جلد ہی کوچ کر جانا ہو گا اسی لئے حضرت نے آنسوں بہائے۔ اور ایک سرد آہ بھری۔ حضرت سلطانؒ اس کے اس تشویش کو سمجھ گئے اور فرمایا کہ یہ فرزند جس کو آپ نے راہِ حق میں بطور نیاز پیش کیا اور جونہی آپ نے اس کو میرے حوالے کیا خود حضرت شاہِ جیلانؒ نے اس کو اپنے مبارک ہاتھوں میں لیا اور انہوں نے قبول فرمایا۔

آج کے بعد تم مسند نشینی ارشاد قادریہ پر دستگاہ رکھتے ہو۔ اپنے طالبوں میں سلسلۂ قادریہ کے فیوضات پھیلاؤ کیونکہ جو دولت تم کو یہاں سے ملی ہے یہ سیدنا حضرت غوث الاعظمؒ کے اذن سے ملی ہے حضرت میر نازک نیازی نے اس خوش قسمتی اور بشارت کو غنیمت سمجھا اور خدا سے استقامت کی دُعا مانگی اور قادری سلسلہ کا خرقہ پہن کر غوث الاعظمؒ کے خلیفہ بن گئے۔

گوش کن حال زار من یا غوث — کہ توئی غمگسار من یا غوث
آمدم در جہاں وسیع نشد — حاصل روزگار من یا غوث

بیان میر سید اسماعیل شامیؒ:۔

آپ دیگر سادات کی طرح ملک شام سے وارد کشمیر ہوئے۔ جب حضرت خاکی صابؒ نے حضرت سیدؒ کی تشریف آوری کی خبر سنی تو آپ ان کے استقبال کو نکلے اور درخواست کی کہ آپ میرے ہی غریب خانے میں تشریف رکھیں اور ہمیشہ کیلئے وہی قیام کریں۔ حضرت سیدؒ نے منظور فرمایا۔ دونوں نے آپس میں رشتہ برادرانہ قائم کیا۔ حضرت سیدؒ قاری سلسلہ کے مجاز تھے اور خاکی صاحبؒ سلسلہ سہروردیہ کے۔ دونوں نے ایک دوسرے سے اکتساب فیض کیا حضرتؒ سیدؒ نے خاکی صاحبؒ کو سلسلہ قادریہ کا مجاز بنا کر کلاہ شریف وفرقہ شریف اور خط ارشاد عطا کیا۔ خاکی صاحبؒ نے بھی آپکو سلسلہ ءسیروردیہ کا مجاز بنا کر خط ارشاد اور تبرکات سے نوازا۔

جب حضرت سید اسماعیل شامیؒ کو حضرت میر نازک نیازیؒ کے مرتبہ کا علم ہوا تو انہوں نے چاہا کہ اس کو اپنی فرزندی کا منصب عطا کریں۔ چنانچہ انہوں نے حضرت خاکی صاحبؒ سے سوال کیا مجھے اپنے فرزندوں میں کسی کو عطا کرو جس کو میں اپنی تمام امانت دیکر اپنی جگہ مسند ارشاد پر بٹھاؤں۔ خاکی صاحبؒ نے اپنے پشتنی اولاد کو ایک ایک کر کے لیکن حضرت سید نے یہ کہ کر قبول نہ فرمایا کہ یہ ابھی تو عمر میں بار امانت اُٹھانے کی سکت نہیں رکھتے ہیں۔ اپنے خلفاء میں کسی ایک کو میرے پاس آنے کا حکم دیجئے۔ خاکی صاحبؒ سمجھ گئے کہ ان کا اشارہ حضرت میر نازکؒ کی طرف ہوگا چنانچہ انہوں نے میر صاحبؒ کو بُلا کر فرمایا۔ آج سے تم میر سید اسماعیلؒ کی خدمت میں رہا کرو گے۔ انہوں نے عرض کیا اس بندے سے کیا خطا سرزد ہوئی ہے کہ اپنی خدمت سے دور رہنے کا حکم دیتے ہو۔ خاکی صاحبؒ نے فرمایا آپکو اس غرض کیلئے بھیجا ہوں تاکہ آپ کے مراتب میں مزید اضافہ ہو جائے اور سید اسماعیل شامیؒ سے مزید اکتساب فیض کر کے قادری سلسلہ میں بھی صاحب ارشاد بنو گے۔

قصور یا خطا کی کوئی بات نہیں بلکہ فائدے کی بات ہے۔ حضرت میر نے حکم بجالیا اور حضرت میر سید اسماعیلؒ کی خدمت میں چلے گئے۔ انہوں نے آپ کو کنج خلوت میں ان رازہائے سربستہ سے آگاہ کیا جو آپ کے پاس ودیعت تھے اور فرمایا دراصل میں آپ کی خاطر کشمیر آیا ہوں۔ میں نے اپنا سکہ تمہارے نام پر جاری کیا۔

گناہوں کا غفار اور عیبوں کا ستار کون ہے یہ باتیں بھی خربوزے سے مانگو۔ میرے لئے بہتر ہے کہ خربوزے کی لذت کو عشق الٰہی کی لذت پر ترجیح نہ دوں۔ اسی لئے حضرت سلطان العارفینؒ کو آپکی خوردسالی میں ہی سعادت کے نشان نظر آئے تو انہوں نے فرمایا جو کچھ قدرت کی طرف سے مجھے عطا ہوا ہے وہ سب اس بچے کے سینے میں موجود ہے اور جو کچھ مجھے نہ ملا وہ بھی اس میں موجود ہے۔

دنیا سے اس قدر متنفر تھے کہ ایک روز شام کو ایک شخص چھ ہزار درہم لیکر آپکے پاس آیا۔ آپ نے خادم سے کہا یہ سب رقم اسی وقت حقداروں میں تقسیم کرو۔ خادم نے عرض کیا رات کا وقت ہے بہتر ہے کہ رات کو رہنے دیا جائے تاکہ حقداروں کی فہرست مرتب کر کے صبح کو تقسیم کیا جائے۔ آپ نے فرمایا رُوپیہ پیسہ راہ حق میں ایک رکاوٹ ہوتی اور جو چیز راہ حق میں رکاوٹ ہو اس کو دریا برد کرنا چاہیے تھا۔ چونکہ مجھ میں اتنی ہمت نہیں ہے کہ دریا برد کر ڈالوں پھر بھی اتنا تو کر سکتا ہوں کہ ایک رات کیلئے بھی اس کا مالک نہ بنوں لہذا تمام رات گذرنے سے پہلے حقداروں میں تقسیم کیا گیا۔

ایک دفعہ والیٔ شہر نے جو شعیہ عقدہ رکھتا تھا ایک ہزار درہم خدمت میں پیش کئے۔ حضرتؒ نے اس کا باطن دیکھکر کہ یہ خدا پرستوں کا دشمن ہے۔ یہ سب رقم واپس کردی۔ حاضرین میں سے ایک شخص بولا' کیوں نہ یہ رقم درویشوں میں تقسیم کی جائے آپ نے فرمایا روپیہ پیسہ خدا دوستوں کا دشمن ہے ہم نے دشمن کو دشمن کے سپرد کیا ہے تاکہ دوست اس کے ضرر سے محفوظ رہیں۔

روایت ہے کہ آپ نے کبھی درہم یا دینار کو ہاتھ نہیں لگایا ہے۔ کبھی فاخرانہ لباس نہ پہنا لفظ ''دنیا'' عمر بھر آپ کی زبان مبارک پر نہیں آیا۔ نہ کبھی دُنیا کی تعریف کیں اور نہ مذمت۔ کیونکہ دُنیا پرست اکثر دنیا کی مذمت کرتے ہیں۔

آپ کا ایک مرید سفر کو نکلا۔ ایک بستی میں اس کو حق گوئی کی تہمت میں گرفتار کیا گیا۔ اور زندان میں ڈال دیا گیا تاکہ اس کو قتل کر دیا جائے۔ وہ رات بھر گریہ کر کے دست بدعا ہوا۔ اور اپنے بلند مرتبہ حق سے امداد کا طلبگار رہا۔ دفعتاً حضرت غازیؒ جلوہ گر ہوئے اور مرید سے فرمایا۔ کیا کرتے ہو دروازہ کھُلا ہے' محافظ نیند میں ہے لہذا جتنا جلدی تم سے ہو سکے بھاگ جاؤ کیونکہ ناحق کے دشمن تمہارے پیچھے پڑے ہیں۔ اس نے آنکھ کھولی تو واقعی دروازہ کھلا پایا اور راتوں رات بھاگ کر نجات پائی۔

حضرت میر نازک نیازیؒ کی وفات اہل شہر کیلئے سانحۂ عظیم وفات سے پہلے عجیب وغریب واقعات!

صاحب اسرارلاابرار لکھتے ہیں کہ جامع مسجد سرینگر مں ایک عجیب وغریب جانور تین بار نمودار ہوا۔ جثہ کے لحاظ سے باز کے برابر تھا۔ رنگت سفید سبز اور زرد تھی تینوں بار کوئی نہ کوئی آفت لیکر آیا۔ پہلی بار یہ جانور مسجد کے ستونوں کا طواف بے خوف و خطر کرنے لگا۔ حالانکہ بچوں نے اس پر سنگ اندازی کی پھر وہ ایک دو ہفتہ طواف کر کے غائب ہو گیا۔ اسی اثناء میں حضرت میر نازک نیازیؒ واصل بحق ہو گئے جو مردمان شہر کیلئے ایک سانحۂ عظیم سے کچھ کم نہ تھا۔

مدت کے بعد پھر یہی جانور مسجد کے شمال میں ستونوں کا طواف کر کے غائب ہو گیا اور اس دفعہ لوگ قحط میں مبتلا ہو گئے بہت عرصہ گذرنے کے بعد پھر یہی جانور نمودار ہو۔ اور محراب کے ستونوں کا طواف کرتا رہا۔ لوگ اس سال وباء میں مبتلا ہوئے غرض میر صاحب کی موت لوگوں کیلئے عظیم سانحہ تھا۔

ذکرِ شیخ نصیر الدینؒ ابوالفقراء بابا نصیب الدینؒ غازیؒ:

حضرت بابا نصیب الدین غازیؒ خاکی صاحبؒ کے خلفیہ خاص تھے۔ اپ علم شریعت میں یکتا تھے۔ شروع سے ہی راہ مولیٰ کی طرف مائل تھے۔ کسی جگہ مسکن اختیار نہیں کیا بلکہ راہ حق میں راہ نوردی کر کے لوگوں میں پیغام حق عام کیا۔ کسی جگہ تین دن سے زیادہ نہ ٹھہرتے۔ جہاں کہیں جا کر ٹھہرتے وہاں ایک خانقاہ تعمیر کر کے رخصت ہوتے آپ کی محفل میں لوگوں کا اس قدر اژدھام ہوتا۔ کہ دس عدد گاو لنگر خانہ کا خرچہ ہوتا۔ اسی لحاظ سے چاول گوشت ومرغ وغیرہ لیکن خود آپ نے ترک لذات کیا تھا۔ گوشت کبھی تناول نہ فرمایا۔ نان جویں اور برگ کاسنی پر افطار کرتے۔ تازہ ہوا' بہار یا ٹھنڈا پانی کے کبھی طلبگار نہیں ہوئے۔ نفس کشی میں فتحیابی کے باعث "غازی" آپ کا لقب ہوا۔ توحید میں اسقدر غرق تھے۔ کہ غیر اللہ سے کوئی حرکت تک پسند نہ کرتے۔ ایک دفعہ آپ بیمار ہوئے سارے جسم میں بے قراری لاحق ہوئی۔ دوستوں نے ایک تبیب ڈھونڈ لایا۔ حکیم نے خربوزہ تجویز کیا۔ موسم خربوزے کا تھا اسلئے طالبوں نے ایک اچھا خربوزہ خرید کر لایا۔ آپ کو ایک ٹکڑے کھانے کو کہا گیا۔ لیکن آپ نے یہ کہکر کھانے سے انکار کیا کہ خربوزہ کھا کر نہ معلوم شفاء ہوگی یا نہیں۔ کل محشر میں کیا جواب دوں گا۔ جب خدا بزرگ وبرتر مجھ سے پوچھیں گے۔ تمہاری بیماری کا شافی خربوزہ بن گیا اب تمہارے

راستے میں چلتے چلتے ایک جگہ جہاں آپ نے قیام فرمایا وہاں گرم پانی کا چشمہ تھا شیخ داؤد مشکوٰتیؒ جو آپ کے ہمراہ تھے نے پانی کیلئے سوال کیا کہ پانی کہاں سے لائیں؟ آپ نے فرمایا چشمہ قریب ہے رکاوٹ کس چیز کی ہے۔ شیخ داؤدؒ نے عرض کیا کہ یہ گرم ہے اور ناقابل برداشت ہے۔ جناب غازی صاحبؒ نے اس میں اپنا دست مبارک ڈالا اور فرمایا اس کو اسی طرح رہنے دو۔ کیا یہ بھی اچھا ہوتا کہ اس کے پہلو میں ایک اور سرد پانی کا چشمہ جاری ہوتا کہ دنیا کا سرد گرم اُٹھا ہو جاتا۔ لوگ قدرت کے نظاروں کا مشاہدہ کرتے۔ اس کے بعد آپ نے اپنے نعلین مبارک زمین پر مارا اور وہاں ایک ٹھنڈے پانی کا چشمہ جاری ہو جو آج تک برابر جاری ہے۔

دُرست ہے کہ اولیاءاللہ کی کرامات۔ انبیاء کے معجزات کا عکس ہوتی ہیں کیونکہ یہ لوگ صفات نبویؐ میں گُم ہوئے ہوتے ہیں۔ تب ہی ان سے کرامات سرزد ہوتی ہیں۔

باقیات زِ معجزات نبیؐ است ❖ زانکہ رو محو در صفات نبیؐ است

☆☆☆☆☆

ایک اور واقعہ اس طرح ہے کہ آپ کا ایک مخلص جو عقلمندی اور علم وادب میں بے مثال تھا حاکم وقت نے اس کو اپنا مصاحب بنایا۔ ایک دفعہ حاکم وقت نے اس کو سفارت کے عہدے پر مامور کر کے بطرف تبت روانہ کیا اور ایک نامہ دیا تا کہ راجہ تبت سے اس کا جواب لیکر واپس آئے۔ حاکم تبت نے اس کو ایک تہمت میں گرفتار کر کے قتل کا حکم سنایا۔ جلاد قتل کرنے کو ہی تھا کہ راجہ کو وزیر نے سفارش کی اور کہا کہ اس طرح یکدم ایک سفیر کا قتل سفارتی آداب کے منافی ہے بہتر یہ ہے کہ فی الحال اس کو قید میں بند کیا جائے اور بعد تحقیقات قتل کیا جائے۔ اس طرح نوجوان جیل بھیجدیا گیا۔ نوجوان اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھنے کو تھا۔ وہ رات بھر گریہ اور توبہ استغفار کرتا رہا اے خدائے برحق و برتر میرے مرشد کو میری مدد کیلئے بھیجدیجے۔ وہ اسی گریہ درازی میں تھا کہ بادشاہ تبت نے خواب دیکھا کہ ایک نورانی جماعت جلوہ گر ہوئی ان میں سے ایک فقیر نے بادشاہ کو عتاب کیا کہ تم نے کیوں بلاوجہ ہمارے آدمی کو قید کر ڈالا ہے خبردار اگر اس کو ایک سرمو بھی تکلیف ہوئی تو نہ تمہاری جان رہے گی اور نہ تمہاری حکومت بادشاہ نیند سے بیدار ہوا۔ اپنے مصاحبوں سے کہا کہ اس قسم کے خدوخال والے فقیر نے مجھے نیند میں ڈانٹا تو انہوں نے کہا کہ اس قسم کا حُلیہ شیخ الوقت بابا نصیب الدین غازیؒ کو ہے۔ بادشاہ نے قیدی کو اپنے پاس بُلایا اس کا راز و بعد دریافت کیا۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں بابا نصیب الدین غازیؒ کا مرید ہوں۔ بادشاہ نے قیدی کو بعد احترام وکرام تحفہ وتحائف دیکر رخصت کیا اور کہا میری طرف سے حضرت شیخ کی خدمت میں سلام عرض کرنا اور کہنا کیا ہی اچھا ہوتا اگر آپ سرزمین تبت میں تشریف آور ہوتے اور ہمیں نورِ ہدایت سے مُنور کرتے۔

جب سفیر (قیدی) واپس آیا تو اپنے مرشد سے ساری داستان عرض کی تو انہوں نے بطرف تبت روانگی فرمائی وہاں کے بادشاہ نے معہ اپنا سارا قبیلہ حضرت کا پرتپاک استقبال کیا۔

ہفت روزہ

شہاب

پڑھنا اپنی عادت بنائیے

کیونکہ بے خوف لکھتا ہے

اور عوام کا اخبار ہے

ہفت روزہ شہاب

فون نمبر
225427
225054

ہدیہ عقیدت 100 روپیے

مطبوعہ : جہلم پرنٹنگ پریس

انڈسٹریل اسٹیٹ اننت ناگ